سلسلۂ ادبیات

شبنمِ شاداب

تصنیف

ظہیر الدین ظہیر تفرشی

بتصحیح و اعتنای
منشی فاضل محمد نعیم الرحمٰن، ایم اے
اُستادِ عربی و فارسی جامعۂ الٰہ آباد

کتابستان، الٰہ آباد
نشر داد

باہتمام حکیم رمضان علی

مطبع اسرار کریمی، الہ آباد

این کتاب چہا دارد

تقریب د

متن ۱

صفت حوض ۱۲

صفت فوارہ وحباب ۱۲

صفت باغ ۱۳

تلازم انعقاد محفل شادی ۱۸

تلازم دربار بہ اجلاس خسرو نوبہار بر سریر تختۂ گلزار ۲۱

ساقی نامہ ۲۴

بعضی حواشی ۲۶

فرہنگ ۶۳

تلمیحات ۱۰۰

بسم اللہ

تقریب

نحمد اللہ الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم، ونصلی علی من ھو افصح العرب والعجم وتکلم بجوامع الکلم صلی اللہ علیہ وسلم ؛

اصفہان ملک ایران کا مشہور و معروف شہر ہے۔ قدماء کے قول کے مطابق وہ اقلیم چہارم کے "نقطۂ اعتدال اور حیّزِ کمال" میں واقع ہے۔ یوں تو اصفہان کا بیان اور وصف عرب جغرافیا نویسوں کی تقریباً ہر کتاب میں موجود ہے، لیکن خصوصیت کے ساتھ اس موضوع پر لکھنے والوں میں حمزۂ اصفہانی (چوتھی صدی ہجری)، ابونعیم احمد بن عبداللہ (متوفی ۴۳۰ھ ہجری)[1] اور مفضل بن سعد مافروخی (پانچویں صدی ہجری) قابل ذکر ہیں۔ حمزۂ اصفہانی کی ایک مستقل کتاب "اصفہان" کے عنوان سے مشہور ہے؛ اور مفضل کی کتاب "محاسن اصفہان" حال ہی میں (سنہ ۱۳۵۲ھ) سید جلال الدین حسینی طہرانی کی تصحیح

۱؎ معجم البلدان، بیان اصفہان، بحوالۂ ابن مندۃ یحیی

سے طہران سے شائع ہوئی[1] ہے۔ ان کے بعد سکندر بیگ ترکمان نے ۱۰۲۵ھ (و بعد) میں اپنی مشہور کتاب تاریخ عالم آرای عباسی لکھی، جو شاہ عباس اعظم صفوی اور اس کے زمانۂ حکومت کے حالات میں ایک مفصل اور نہایت قابل قدر کتاب ہے۔ اس میں مختلف واقعات اور سوانح کے ذکر کے ضمن میں وہ دارالسلطنت اصفہان اور اس کے نواح کا بھی ذکر کرتا ہے، جس سے خاصے اچھے تفصیلی حالات جمع کیے جا سکتے ہیں۔

عباس اعظم اور اس کے سوانح نگار، اسکندر بیگ، کا ایک اور ہم عصر ظہیر الدین تفرشی تھا۔ اس کی نگاہ نے نواح اصفہان کی بہترین اور حسین ترین چیز، یعنی باغ عباس آباد کو انتخاب کیا اور اپنی طبیعت کی تیزی اور قلم کی جولانی کو اس کی تعریف و توصیف کے لیے وقف کر دیا۔ رسالہ شبنم شاداب اسی کے

---

[1] اصل کتاب عربی زبان میں ہے۔ وزیر غیاث الدین محمد (بن وزیر رشید الدین فضل اللہ صاحب جامع التواریخ) کے حکم سے محمد بن عبد الرضا حسینی علوی نے آٹھویں صدی ہجری کے آغاز میں اس کتاب کا فارسی ترجمہ کیا تھا، جس کے دو نسخے اس وقت موجود ہیں: ایک لنڈن کے عجائب خانے میں اور دوسرا پیرس کے کتب خانے میں۔

قلم کا اعجاز ہے ۔ حق یہ ہے کہ باغ عباس آباد کو ظہیر سے بہتر وصاف اور شبنم شاداب سے بہتر بیان نصیب نہیں ہو سکتا تھا، اور غالبًا نہیں ہوا ۔ لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ زمانے کو اس کی کون سی ادا ناپسند ہوی کہ اس غریب کا نام و نشان بھی مٹا دیا ۔ انتہای حیرت کا مقام ہے کہ کسی تذکرہ نویس نے اس کا ذکر تک نہیں کیا، اور اس وقت دنیا کے کتب خانے کی فہرست میں شبنم شاداب کا نام بھی مذکور نہیں ہے ۔ جہاں تک میری فرصت اور ہمت نے یاوری کی، میں نے تلاش اور کاوش میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا، لیکن بالآخر عاجز ہو کر بیٹھ جانا پڑا ۔ میں نے کم و بیش ایک درجن تذکروں میں ظہیر تفرشی کو تلاش کیا، لیکن سوا ناکامی کے کچھ ہاتھ نہ آیا ۔ البتہ علامہ غلام علی آزاد بلگرامی نے اپنی مختصر و مفید کتاب ید بیضا٭ میں ظہیر تفرشی کے تخلص سے اس کا ذکر کیا ہے ۔ علامہ نے بھی اس کا نام نہیں بتایا اور صرف اس قدر لکھا ہے کہ :

"از شعرای تفرش است ۔ منہ :

زبان صوفی دل مردہ را حکایت عشق چو نقش آیت مصحف بود بہ لوح مزار"

٭ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ مجھے مولانا مقبول احمد صمدنی صاحب کی عنایت سے دیکھنے کو ملا تھا ۔

علی قلی والہ داغستانی، صاحب ریاض الشعراء نے ظہیرای لاہجی اور ظہیرای نہاوندی کا تو ذکر کیا ہے، مگر ظہیرای تفرشی کا نام تک نہیں لیا۔ صاحب عالم آرای عباسی[۱] نے اپنی ضخیم وطویل کتاب میں عباس اعظم کے وقت کے سادات، صلحا، فقرا، علما، اور شعراء (وغیرہم) کے باب میں کئی فصلیں صرف کی ہیں، اور ان کے مقام و وطن کے اعتبار سے ان کا ذکر کیا ہے۔ اہل تفرش کے بیان میں صرف تین اشخاص کا ذکر ہے[۲]:

(۱) محمد حسین تفرشی کا[۳] "کہ از سادات عالی درجات تفرش است وبہ فضایل وکمالات علمی وعملی آراستہ، درفن انشاء وتفنن عبارات واستعارات بامزہ سلیقۂ درست ورتبۂ عالی دارد۔"

(۲) میر[۵] عبد الغنی تفرشی کا "کہ از اقربای مشار الیہ[۴] (است)، و

---

[۱] مطبوعہ طہران، سنہ ۱۳۱۴ ہجری۔ آیندہ صفحات میں بھی ہر جگہ اسی ایڈیشن کا حوالہ ہے۔

[۲] ایضاً، ص ۵۳۲۔

[۳] آزاد بلگرامی (ید بیضا) کا بیان ہے کہ "غزلیات او پانصد بیت است"۔

[۴] یعنی محمد حسین تفرشی۔

درشعر پایۂ بلند داشت" ــ اور

(۴) میر صحبتی تفرشی[۵] (متوفی ۱۰۲۱ھ) کا، جس کا نام اس سلسلے میں صرف اس لیے لیا ہے کہ اس نے مولانا عبداللہ شوشتری کی وفات کی تاریخ نکالی تھی ؛

ظہیرای تفرشی "باغ عباس آباد جدید" کا ذکر اس طرح کرتا ہے کہ گویا وہ اس کے سامنے ہی بنایا اور آباد کیا گیا ہے اور بادشاہ اس میں فروکش ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ظہیر تفرشی عباس اعظم کے زمانے میں زندہ تھا۔ عالم آرای عباسی کا مصنف دورِعباسی کے وسط میں پہنچ کر آخر تک ہر سال کے واقعات کے آخر میں اس سال کے "متوفایا" کا ذکر کرتا ہے۔ لیکن ان تمام اشخاص میں کہیں کسی جگہ ظہیر تفرشی کا نام نہیں آتا۔ ظاہر ہے ظہیر عباس اعظم کی وفات، یعنی سنہ ۱۰۳۸ھ (۱۶۲۸ع) کے بعد تک زندہ رہا۔ اور چوں کہ عالم آرای عباسی کی تصنیف کی تاریخ (جیسا کہ خود مصنف نے جگہ جگہ بیان کیا ہے) سنہ ۱۰۲۵ھ ہے، اس لیے بھی اس کتاب میں ظہیر تفرشی کی وفات کا ذکر نہیں آسکتا تھا ؛

جیسا کہ اس کی نسبت سے ظاہر ہے، شبنم شادابیہ کے مصنف

---

۵ عالم آرای عباسی، ۶۰۸ (سال جلوس ۲۶) ؛

ظہیر الدین ظہیر کا وطن تفرش ہے، جو شہر ساوہ سے جنوب مغرب کی سمت میں اس سڑک پر واقع ہے، جو ساوہ سے کند ہوتی ہوئی دلاس جرد کو جاتی ہے۔ تفرش ان دونوں مقامات کے تقریباً درمیان میں پڑتا ہے[1]۔

یہ نہایت عجیب وغریب بات ہے کہ تفرشی کی یہ کتاب ایران میں اس قدر گم نام بلکہ بے نشان ہے، مگر ہندوستان میں اسے جو درجۂ قبول حاصل ہوا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ یہ قدیم زمانے سے آج تک ہمارے ہاں فارسی تعلیم کے نصاب میں داخل ہے۔ اگر یہ قیاس بے جا نہیں ہے کہ یہ پیدا ہوتے ہی ہندوستان پہنچ گئی تھی، تو ہمارے ملک میں اس کا اقتدار تین سو برس سے قائم ہے، اور نہ معلوم ابھی اور کب تک باقی رہے گا۔ اصفہان اہل ایران کی نظر میں تمام خوبیوں کا جامع تھا۔ اس کو "نصف جہان" کا خطاب دیا گیا تھا، اور جنت کا نمونہ کہا گیا تھا۔ ان کے اہل قلم نے اس کی اتنی مدح سرائی کی تھی کہ ظہیر تفرشی کی اس مختصر تحریر میں انھیں کوئی خاص اہمیت نظر نہیں آئی۔ لامحالہ انھوں نے اس کی طرف سے بے پروائی برتی، اور غالباً اسی وجہ سے تصنیف و مصنف

---

[1] اطلس جغرافی ایران، مرتبہ حسین، نقشہ ۹ و ۱۹ ۞

دونوں قعر گمنامی میں گر کر کم ازکم ایران میں ضرور بے نشان ہوگئے۔
ہندوستان میں خاندان صفویہ کے ہم عصر شاہان مغلیہ تھے۔ ایران کے علماء اور شعراء کا ایک تانتا لگا رہتا تھا، اور وہ شاہان ہند کی روز افزوں علم دوستی، قدر شناسی اور قدر افزائی کا شہرہ سن کر برابر ہندوستان آیا کرتے، اور دربار شاہی میں باریاب ہوکر خود اس کا تجربہ کرتے تھے۔ یہاں وہ ہاتھوں ہاتھ لیے جاتے تھے اور ہر طرح کی سرفرازیاں حاصل کرتے تھے۔ تیموری خاندان کے یہ تاجدار عالمگیر اعظم کے سواء، اپنے جد امجد حضرت تیمور صاحب قران کی طرح مشکل پسند طبیعتیں لے کر آئے تھے۔ ظہوری کی اس نثر کی شان، اس کی پیچیدگی اور اس کا ظاہری اشکال اور طمطراق انہیں کچھ ایسا مرغوب ہوا کہ انھوں نے نہ صرف اسے ہاتھوں ہاتھ لیا، بلکہ ایسی قدر کی، اور ہندوستان کی زرپاشی کی شعاعوں نے ایران کی آنکھوں میں ایسی چکاچوند پیدا کی کہ تصنیف و مصنف نہ صرف اُن ہی کی آنکھوں سے پنہاں ہوئے، بلکہ ایران ہی سے نہاں ہوگئے۔

شاہان ایران و ہندوستان کے تعلقات ہزار اچھے سہی، مگر اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ ان دونوں ملکوں میں ایک دوسرے کی رقابت، یا صحیح معنوں میں، مسابقت ضرور تھی۔ مگر شاہان ہند کی

یہ بے تعصبی اور علم و ادب دوستی قابلِ داد ہے کہ باوجود اس کے کہ تیموری اپنے محبوب دارالسلطنتوں اور تفرج گاہوں کو از روی رونق و زیبایش ایران کے کسی اچھے سے اچھے شہر سے فائق دیکھنا چاہتے تھے اور اُن کو اپنے کسی باغ کے مقابلے میں باغ عباس آباد کی مبالغہ آمیز توصیف گراں گذرنی چاہیئے تھی، مگر انھوں نے نہایت فراخ دلی اور بے تعصبی کے ساتھ اسی پر قناعت کی کہ شبنم شاداب کو کم از کم، اپنے کسی کونے کی تعریف و ستایش سمجھ لیا اور اس کو گل سرسبد بنا لیا ۔ اپنے بادشاہوں کی اس قدر افزائی کو دیکھ کر ہندوستانی عالموں اور ادیبوں نے بھی اس کو چشم و چراغ بنایا، اُس پر تیل چڑھا کر اپنے نصاب تعلیم میں داخل کر لیا اور اپنی ادب دوستی سے ایسا قیام بخشا کہ وہ تین سو برسوں سے ہماری آنکھوں کا تارا بنی ہوی ہے ۔ غیر ملک پرستی ہندوستان کا شعار سہی، مگر حقیقت یہ ہے کہ شبنم شاداب ہے بھی اسی قدر کے قابل ۔ اہل ایران کی کم نصیبی ہے کہ خواہ کوئی وجہ ہو اُنھوں نے اس انمول موتی کی قدر نہ کی اور اُسے رایگاں کھو دیا ::

شبنم شاداب عباس آباد کے باغ کی تعریف و توصیف پر مشتمل ہے ۔ عباس آباد کے نام کے ایران میں کئی مقام ہیں ::

(۱) سمنان[51] کے علاقے میں، سمنان سے دامغان کی سڑک پہ مقدم الذکر مقام سے شمال مشرق کی جانب تقریبًا ۳۲ میل کے فاصلے پہ، پہاڑی سرزمین میں، سڑک کے داہنی طرف۔

(۲) دو دانگہ کے پہاڑی علاقے میں، جو سڑک شمال کی طرف ساری کو جاتی ہے، اُس سے مغرب کی سمت میں چھ سات میل کے فاصلے پہ سڑک کے بائیں طرف۔

(۳) شاہ رود[53] سے سبزہ وار کی سڑک پہ تقریبًا وسط راہ میں شاہ رود سے ۷۰ میل کے فاصلے پہ مشرق کی طرف۔

(۴) بحر خزر[54] کے ساحل پہ، خرم آباد سے مشہد سر کی سڑک پہ خرم آباد کے مشرق میں ۱۵ میل کے فاصلے پہ۔

(۵) ہمدان[55] سے عین مغرب کی جانب کوہ مرواریدکے سلسلے میں، کُنِشت اور صلوٰۃ آباد کی سڑک پہ موخر الذکر مقام سے تقریبًا ۳۲ میل کے فاصلے پہ۔

---

۵۱ و ۵۲ اطلس بنلی ایران، مرتبہ حسین، نقشہ ۵

۵۳ ایضًا، نقشہ ۶

۵۴ ایضًا، نقشہ ۸

۵۵ ایضًا، نقشہ ۹ و ۱۳

(۶) مرودشت[۵] کے علاقے میں، مرغاب کے شمال مشرق میں ۲۲ میل کے فاصلے پر۔

(۷) آدرزو[۶] کے علاقے میں، اس نام کے شہر کے شمال شمال مشرقی گوشے میں اور اس سے ۵۰ میل کی مسافت پر۔

(۸) ہرات (افغانستان) سے جو شاہراہ کاروزت سے ہوتی ہوئی شمال مغرب کی سمت کو جاتی ہے، اس پر خواف سے بخط مستقیم شمال مشرق کی طرف ۴۴ میل کے فاصلے پر۔

لیکن ان میں سے کوئی بھی وہ عباس آباد نہیں ہے، جس کے باغ کی تعریف ظہیر تفرشی کرتا ہے۔ شبنم شاداب کا عباس آباد وہ ہے جسے شہنشاہ عباس اعظم صفوی نے اصفہان کے باہر قریب ہی اہل تبریز کے لیے آباد کیا تھا۔ چنانچہ صاحب عالم آرای عباسی لکھتا ہے کہ "بعد[۸] ازان شہر عباس آباد بنیر درجانب غربی چہار باغ جہت مسکن تبریزیان ... طرح انداختہ اتمام دادند" ظہیر بھی اسے "باغ عباس آباد جدید" کہتا ہے:

ظہیر کے بیان کے مطابق باغ عباس آباد میں "افضل الاشکال" یعنی گول شکل کا ایک حوض گلشن کے عین درمیان میں واقع تھا۔ بہ قول اس کے وہ "بدر منیر آسمان لطافت است، در وسط اشجار گلشن

۵؎ اطلس تعلیمی ایران، مرتبہ حسینی، نقشہ ۱۷ و ۱۸

۶؎ ایضاً نقشہ ۲۱ :: ۷؎ ایضاً نقشہ ۲۵ :: ۸؎ صفحہ ۲۰۳

خرگاہ ہالۂ لالہ زدہ " اس کے چاروں طرف شفاف پانی کی لبالب نہریں اور اُن کے کناروں پر درخت تھے ۔ ایک طرف قصر شاہی تھا ۔ ظہیر کے "خامۂ طاؤس رفتار عندلیب منقار" نے اس کو بڑی خوبی اور اختصار کے ساتھ یوں بیان کیا ہے کہ :

حوضہ از جدول الف مانند　　روشن آئینہ ای است دستہ بلند
گرد آن نقطہ نہر دائرہ وار　　مرکز لطف راخجستہ مدار
اُفق آسمان آب شدہ　　خندق قلعۂ گلاب شدہ

حوض کی صفت بیان کر کے "فوارۂ شیرین" کی توصیف کرتا ہے ۔ اس کے بعد اس "بہشت بہجت طوبیٰ طراوت" باغ کی تعریف کرتا ہوا اُسے یوں اوج کمال پہ پہنچاتا ہے کہ "تا صیاد آفتاب دام عالمگیر پرتو بر دوش گرد ہند سواد امکان برآمدہ ، بہ این نقش و نگار طاؤسی در شبکۂ شعاع نیفگندہ ؛ و تا بوالعجب متخیلہ پردۂ خیال بازی اندیشہ در پیش چراغ ضمیر کشیدہ بہ این آرائش و آئین باغچۂ سلیمانی بہ نظر تماشائیان حواس در نیامدہ ۔ حدیث نظیرش برگل نسترن گوشی نہ وزیدہ و سنبل رقم عدیلش پیش نرگس چشمی نہ دمیدہ " اس ضمن میں مصنف باغ کے سبزہ زار ، نسترن زار ، لالستان اور جوشِ گل دریا حین کی ستایش میں سر دھنتا ہوا

اس کی وسعت فضا، مسیحائی آب وہوا، صبا کی صہبا فروشی اور باد کی بادہ پیمائی کی ثنا میں مست ہو کر بالکل وجد کے عالم میں اس تصور میں غرق ہو جاتا ہے کہ اس گلشن میں "سبزان چمن اور مرغان خوش لحن" کا مجمع ہے، اور محفل شادی وطرب برپا ہے۔ اتنے میں بادشاہ نوبہار آتا ہے، اور اس طرفہ گلشن میں جو "سواد اعظم قلمرو خرمی و دار السلطنت شگفتگی" ہے تختۂ گلزار کے تخت پہ جلوہ افروز ہو کر دربار منعقد کرتا ہے!

کتاب میں شروع سے آخر تک سجع و قافیہ، تشبیہ و استعارہ، تلمیح و ترصیع اور گوناگون لفظی اور معنوی صنائع سے کام لیا ہے، اور حق یہ ہے کہ اس بارے میں مصنف اپنے اکثر ہم عصروں پہ سبقت لے گیا ہے۔

باغ عباس آباد جدید کی یہ تمام رنگین اور پر رونق تعریف و توصیف بہ ظاہر غلو، یا کم از کم مبالغہ، معلوم ہوتی ہے۔ لیکن ابو نصر نصیرای ہمدانی (متوفی ۱۰۷۸ھ) بھی اس باغ کی کما حقہ تعریف سے عاجز ہو کر کہتا ہے کہ "نمی دانم کدام عبارت تازہ پیدا کنم وچہ مضمون رنگین بہ دست آرم کہ بہ وسیلہ آن دو سہ حرفی از خوبی ہای آن باغ دسرا بیان کنم۔ تکلف نمی کنم چندان کہ اصفہان انتخاب جہان است، این باغ دسرا انتخاب اصفہان"[1]

---

[1] منشآت نصیرای ہمدانی (مطبع مصطفائی دہلی ۱۲۶۹ھ) ص ۶۶، رقعہ بنام محمد ہادی

نصیرا اسی جوش میں کئی سو الفاظ میں اس باغ اور اس کے حوض وخیابان کی تعریف کیے جاتا ہے، پھر کہتا ہے کہ "سخت می ترسم کہ این گفتگوہا را حمل برعبارت آرائی وسخن سازی فرمایند۔ بہ محبت قدیم و اشتیاق جدید سوگند! کہ ہیچ گونہ اغراقی وہیچ مبالغہ نہ رفتہ۔ ظرف کوچکِ گفت وشنید محیط این بحر ژرف نہ تواند شد، ولباس تنگ وکوتاہِ بست ونہ حروف برقامت این مضمون راست نیاید"[۱]

اب اس کا حال ایک مورخ کی زبان سے سنیے۔ صاحب عالم آرای عباسی شاہ عباس اعظم کے جلوس کے گیارہویں سال یعنی سنہ ۱۰۰۶ ہجری کے وقایع میں لکھتا ہے کہ اب تک قزوین دار السلطنت تھا مگر اب "درضمیر انور جای گیر گشتہ ہمیشہ خاطر اشرف بدان متعلق بود کہ درآن بلدۂ شریفہ رحل اقامت انداختہ توجہ خاطر بہ ترتیب وتعمیر آن مصروف دارند۔ لہذا درین سال، کہ مطابق ست والف ہجری است، رای جہان آرای بدان قرار گرفت کہ دار السلطنت مزبور را مقر دولت ابد مقرون ساختہ عمارات عالی طرح نمایند۔ بدین نیت صادق وعزم لایق متوجہ آن صوب گشتہ .... ایام بہار عمارات عالی درنقش جہان طرح انداختہ،

---

[۱] منشآت نصیرای ہمدانی ص ۶۷، ۶۸

معماران و مهندسان در اتمام آن می کوشیدند. و از درب شهر یک
دروازه که در حریم باغ نقش جهان واقع و به درب دولت موسوم است،
از آن جا تا کنار زاینده رود خیابانی احداث فرموده چهار باغی در هر
دو طرف خیابان و عمارات عالیه در درگاه هر باغ طرح انداخته. و از کنار
رودخانه تا پای کوه جانب جنوبی شهر انتهای خیابان قرار داده اطراف
آن را بر امراء و اعیان دولت قاهره قسمت فرمودند که هر کدام باغی طرح
انداخته در درگاه باغ عمارت مناسب درگاه مشتمل بر درگاه و ساباط
رفیع و ایوان و بالاخانه و منظرها در کمال زیب و زینت و نقاشی ها به طلا
و لاجورد ترتیب دهند. و در انتهای خیابان باغی بزرگ وسیع
پست نُه طبقه جهت خاص پادشاهی طرح انداخته در درگاه
به باغ عباس آباد موسوم گردانیدند. و پل عالی مشتمل بر چهل چشمه به طرز
خاص میان کشاده، که در هنگام طغیان آب در گل یک چشمه به نظر در
می آید، قرار دهند که بر زاینده رود بسته شده، هر دو خیابان به یک
دیگر اتصال یابد، و تا عباس آباد یک خیابان باشد تقریباً یک
فرسخ شرعی. و از دو طرف خیابان جوی آب جاری کرد، و درختان
سرو و چنار و کاج و عرعر غرس شود. و از میان خیابان نهری سنگ بست
ترتیب یابد که آب از میان خیابان نیز جاری باشد. و در برابر هر

عمارت چهار باغ حوضی بزرگ بسان دریاچه ساخته شود ۔
القصه هرکس از امراء و اعیان و سرکاران عمارات به وقوف
معماران و مهندسان شروع در کار کرده در انجام آن ساعی اند۔
و از آن تاریخ تا حال، که سنهٔ هجری ۱۰۲۵ رسیده و این
شگرف نامه تحریر می یابد، عمارات باصفا و باغات دل کشا به نوعی، که
طراح کارخانهٔ ابداع در عرصهٔ ضمیر مبارک اشرف طرح افگنده بود،
به حیز ظهور آمده در کمال لطافت و نهایت خوبی اتمام یافت۔ درختان
سر به فلک افراخته و اشجار میوه دارش گوئی به طوبی جنان پیوند
دارد۔ الحاصل هر باغی از آن رشک فرمای باغ جنان و عمارات
رفیعش، که به نقوش بدیع مذهب و مزین، و به صور مصوران نادره
کار آراستگی دارد گوئی سدیر و خورنق از آن نشانی است، بلکه
در عرصهٔ گیتی نظیر و عدیل آن محض خیالی و گمانی ۔ ...... در تاریخ
طرح چهار باغ گفته شده بود، ثبت افتاد:-

عجب چار باغی است بهجت فزا ۔ که رشک ثانی خلد گویند شاید
چو تاریخ آن دل طلب کرد گفتم ۔ نهالش به کام دل شه برآید[1]"

یہ باغ اور اس کا "نقش جہان" محل مستقلاً شاہ عباس اعظم

---

[1] عالم آرای عباسی، ص ۳۷۲ - ۳۷۳ ۔

کے عیش و عشرت اور جشن کا نظارگی رہتا تھا۔ شاہ ہر طرف سے گھوم پھر کر اور اپنی مہمات سے واپس آکر ضرور کچھ عرصہ اس میں گزارتا تھا۔ اس نوع کے دو تین موقعوں کے نظارے پیش کرنا کافی ہوگا۔ شاہ کے سوانح نگار، اسکندر بیگ کا بیان ہے:

۱- سال ۱۰۰۷ ہجری (سال دوازدہم جلوس شاہی) میں "از قزوین عنان عزیمت بہ صوب دارالسلطنت اصفہان انعطاف دادہ در ساعتی کہ نیرین را با کواکب سعدین مقارنہ افتادہ از تربیع و مقابلہ برکنار بودند، باغ جہان آرای نقش جہان از غبار سم سمند جہان پیما بہ تازگی عطر سائی آغاز نہاد، و زمستان را در کمال بہجت و سرور در آن بلدۂ جنت نشان بہ پایان رسانیدند[1]"

۲- سال ۱۰۱۷ ہجری (سال بیست و سیم جلوس) میں "باغ جہان آرای نقش جہان از نکہت گل و سرور بلبل رشک جنان و طراوت بخش روضۂ رضوان گشت۔ پادشاہ موید و منصور در کمال بہجت و سرور بہ طریق معہود در باغ مزبور جشن عالی طرح فرمودہ اطراف نہر آبی را، کہ از میان باغ جاری است، و حوض بزرگی بر مثال دریاچہ درمیان آن ترتیب یافتہ ......

---

[1] عالم آرای عباسی، ص ۴۰۴

دفی الواقع آن مکان نزہت بخش نشانی از روضۂ دار القرار و مصداق جنات تجری من تحتها الانہار است، با اکابر و اعیان دار السلطنت مذکور و بلوکات و اہالی خراسان و صواحب تبریز و تجار و اصناف خلایق، کہ در پای تخت ہمایون بودند، علی قدر مراتبہم قسمت فرمودہ، ہر طبقہ مجلسی طرح انداختند، و اطراف اربعۂ آن دریاچہ را با امرا و وزرا و ارکان دولت و مقربان بارگاہ سلطنت اختصاص دادند، و محافل فیض بخش بہجت افزا انعقاد یافتہ، در برابر ہر مجلس چہار طاق ہا بر آن تعبیہ کردند، و ہمہ شب تا بہ صبح روشنان سپہر مینائی، کہ مجلس آرایان عالم علوی و بزم افروزان عشرت سرای ملکوتی اند، بہ ہزاران چشم حسرت بر آن چراغان و مجالس بہشت نشان می نگریستند، و شہریار عشرت آئین محفل آرا ہمہ شب در آن مجالس روح افزا بسر فرمودہ در ہر مقامی کہ دل نشین خاطر انور می شد، آرام گرفتہ صحبت پیرا بودند، و نغمہ سرایان خوش آہنگ و مغنیان تیز چنگ بہ نغمات دلاویز و ترنمات شکر ریز غم زدای خواطر بودہ، گل رخان لالہ عذار از بادہ ہای خوش گوار دماغ مجلسیان را تازہ و تری داشتند، القصہ تا نہ شبان روز محافل عیش و نشاط انعقاد یافتہ، داد خوشی و خوش دلی دادند[۵۹]۔"

---

[۵۹] عالم آرای عباسی، ص ۵۵۰ - ۵۵۱

۳۔ سال ۱۰۲۰-۲۱ ہجری (بیست و پنجم جلوس) کے واقعات میں ہے کہ ولی محمد خان بادشاہ اوزبک جب شاہ عباس سے ملاقات کے لیے اصفہان آیا تو بیس ہزار بندق انداز کو حکم ہوا کہ "در روز استقبال از شہر تا موضع دولت آباد، کہ سہ فرسخ است، دو رویہ صف کشیدہ ایستادہ باشند؛ و تمامت چہار بازار نقش جہان و قیصریہ و خانات و قہوہ خانہ ہا را آذین بندی کردہ شہر و بازار چون نوعروسانِ حجلۂ نشاط آرایش یافت ...... درآن ایام خجستہ فرجام جہت تنشیط خاطر و انبساط ضمیر اکثر اوقات در میدانِ نقش جہان، کہ نگارستان صوری و بہارستان معنوی بود، با مخصوصان و مقربان بہ نشاط چوگان بازی و قبق اندازی و آتش بازی ہا ..... مشغولی می فرمودند ...... کرّراً صحبت ہای چراغان و مجلس ہای نقش جہان اتفاق افتاد۔ در اوّل تحویل سرطان، کہ بہ عرف اہل عجم و شگون کسری و جم روز آب پاشان است، بہ اتفاق در چہار باغ صفاہان تماشای آب پاشان فرمودند۔ و درآن روز زیادہ از حد ہزار نفس از طبقات خلایق و وضیع و شریف در خیابان چہار باغ جمع آمدہ بہ یک دیگر آب می پاشیدند۔ از کثرت خلائق و بسیاری آب پاشی زایندہ رود خشکی پذیرفت! و فی الواقع تماشای

غربی است[۱]!"

تفرشی نے دو اور ایسے مقامات کا نام لیا ہے، جن کو عباس اعظم نے بسایا تھا: فرح آباد، جسے اس نے تلازم دربار کے باب میں عالم قدس کے لیے مستعار منہ بنایا ہے؛ اور اشرف، جس سے جہان تجرد کے لیے استعارہ کیا ہے۔ اس مقام پر ان دونوں کے باب میں کچھ تفصیل مناسب معلوم ہوتی ہے۔

شہر فرح آباد بحر خزر کے ساحل پر شہر ساری کے عین شمال میں تقریباً بیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ سنہ ۱۰۲۰-۱۰۲۱ھ ہجری (سال بیست و پنجم جلوس شاہی) میں اس کی بنیاد ڈالی گئی۔ اس سے قبل اس کا نام طاہان تھا۔ صاحب عالم آرای عباسی کا بیان ہے کہ "چون آن مکان نزہت بخش لیاقت شہریت و استعداد تربیت داشت، زیراکہ رود خانہ ہا...... در وسط آن بقعہ...... جریان یافتہ بہ دریای ریزد، و آب دریا منظور ساکنان آن سرزمین و در نظر نظارگیان از بدایع آفریدگار زمان و زمین است، ہمگی ہمت خسروانہ بہ زینت و تعمیر آن بلدہ مصروف

---

[۱] عالم آرای عباسی، ص ۵۹۱ تا ۵۹۳

داشتہ عمارات عالیہ بر منازل مرغوبۂ دولت خانۂ ہمایوں افزودند وچون در مدت اقامت ہمیشہ فرح وسرور در خاطر نزدیک ودور افزایش داشت آن خطۂ فرح بخش را بہ فرح آباد موسوم گردانیدند وہر سال در عمارات و باغات افزوده بازارگاه وحمامات ومساجد وکاروان سراہا بنا فرموده بہ اتمام آن موفق گشتہ اند و از بلدۂ مذکور تا خطۂ ساری کہ چہار فرسخ است خیابان طرح فرموده .... ادرا سنگ بست قرار داده اند کہ از معایب گل ولای موا بوده باشد ...... والیوم کہ تاریخ ہجری بہ ۱۰۲۵ رسیده بہ توجہ عالی ہمایون اعلیٰ آن بلده طیبہ از بسیاری عمارات دل کشا و باغات وبساتین فردوس نما وکثرت خلایق رشک بلاد عالم ومصر جامع است[1]"

قصبہ اشرف مازندران: سنہ ۱۰۲۱ ہجری (سال بست وششم جلوس) میں آباد کیا گیا۔ "معمار ہمت والا وطراح طبع ہمایون ...... در قصبۂ شریفۂ اشرف از قصبات مازندران کہ بہ ولایت پنج ہزار موسوم است و بہ دارالمومنین استرآباد اقرب وفی الحقیقت بہ نزاہت وخرمی اشرف امکنۂ آن ولایت است

---

[1] ص ۱۰۲

عمارت عالی جهت نزول همایون طرح انداخته حمام و بیوتات و تالارها برآن افزوده .... مولانا محمود بهشتی گیلانی این قطعه در تاریخ بنای اشرف به نظم آورده:

خسرو آفاق شه کامیاب — آن محک باطن هر خوب و زشت

کرد چون در اشرف مازندران — طرح بنائی به صفا چون بهشت

از ره اقبال به فیض قدم — آب و گلش با گل و عنبر سرشت

دست سعادت پی تاریخ آن — بر در او دولت اشرف نوشت

۱۰۲۱

چون آن مکان شریف را از جمیع جهات مسمای اسم شمس سمت ظهور دارد، و قابل تربیت بود، رفته رفته به توجهات خاطر اشرف شرافتش افزود، و باغات و بساتین جنت آئین مشتمل بر عمارات و حوض خانه‌ها در کمال زیبائی و دل کشائی ترتیب یافته. آب های خوش گوار از کوه بلند به حیاض کوثر آئین و ریاض ارم تزئین آورده فواره‌ها به فنون غریبه و صنایع بدیعه از میان هر حوض بسان شعلهٔ نار، که سر به کرهٔ اثیر کشد، و یا چون گل غران که آتش بازان از باروت سازند، در فوران است. و چون اکثر اوقات زمان اقامت مازندران آن قصبهٔ لطیفه مسکن شهریار کامگار است مقربان رکاب اقدس نیز منازل مرغوب عمارت نموده اند و اکنون

آن قصبہ نیز شہری بزرگ و بہ میامن تربیت آن حضرت از بلاد مشہورہ است[1]؛

شبنم کے مذکورہ مقامات میں سے صرف ایک قلعۂ گلاب باقی رہ جاتا ہے، جس کا ذکر اس نے صفتِ حوض کی فصل میں کیا ہے:

افق آسمان آب شدہ　　　خندق قلعۂ گلاب شدہ

شبنم کے رائج و متداول نسخے میں مصحح نے جو فرہنگ دی ہے اس کی رو سے قلعۂ گلاب ایک قلعہ کا نام تھا جو کوہ کیلویہ پر واقع تھا اور معتوب اور سزا یافتہ لوگوں کو وہاں نظر بند کر دیا جاتا تھا۔ صاحب فرہنگ نے اسمٰعیل (اصفہانی ؟) کا ایک شعر بھی نقل کیا ہے:

از شوق تو گل در دل من آب گشتہ است

در قلعۂ گلاب بود عندلیب من

یاقوت حموی (۶۲۷ھ = ۱۲۲۹ء) کا بیان ہے کہ جُلّاب (گلاب) شہر حران کی نہر کا نام ہے، جو خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے میں کھودی گئی تھی۔ سید مرتضیٰ زبیدی (صاحب تاج العروس) نے اسے دیار بکر کے علاقے میں ایک مقام بھی بتایا ہے۔ یہ بھی

---

[1] عالم آرای عباسی، ص ۶۰۵.

ممکن ہے کہ ہمارے مصنف نے لفظ گلاب سے فائدہ اٹھا کر حوض کو استعارے کے طور پر قلعۂ گلاب کی خندق کہا ہو۔ واللہ اعلم ۔

معلوم ہوتا ہے کہ عباس اعظم کو ایران سے وہی نسبت تھی جو شاہ جہان بادشاہ کو ہندوستان سے ۔ عباس اعظم کو تعمیرات کرنے اور نئے نئے شہر اور بستیاں آباد کرنے سے ویسا ہی شغف تھا جیسا شاہ جہان کو ۔ اگرچہ اس کی تعمیرات کا ذکر کرنا فی الحال ہماری گفتگو کے مضمون سے خارج ہے، لیکن ضمناً ان کے مختصر ذکر میں زیادہ قباحت بھی نہیں معلوم ہوتی ۔

دارالسلطنت اصفہان کے باہر "باغ بہشت فراغ ارم آرام فردوس فرجنت نزہت علیین آئین باغ عباس آباد جدید" کے علاوہ "میدان شاہ" بنایا گیا تھا، جس میں قصر سلطنتی، ایک عالی شان مسجد اور بڑے بڑے بازار بنائے گئے تھے۔ اس میں ایک نقار خانہ تھا، جس میں مخصوص ایام اور اوقات میں نقارہ بجایا جاتا تھا۔ میدان کے وسط میں ایک اونچے ٹیکرے پر ایک وسیع و عریض چبوترہ تھا، جس پر شاہی رسوم اور تقریبات کے موقعوں پر ایک طلائی قبہ لگا دیا جاتا تھا۔ یہ قبہ تیر اندازی کے کمالات کی نمائش میں ہدف

کا کام دیتا تھا۔ اس سے کچھ ہٹ کر سنگ مرمر کے دو ستون نصب تھے، جو چوگان بازی میں حدود کی نشان دہی کرتے تھے۔ قصر سلطنتی کے شمال مشرقی رخ پر ایوان عالی قاپو تھا۔ عید نوروز کی تقریب میں دوسرے ملکوں کے سفیر اسی ایوان میں شاہ کے حضور میں باریاب ہوتے تھے۔ باغ کے مقابل میں قصر چہل ستون تھا، مگر ستونوں کی تعداد صرف بیس تھی۔ اس کی دیواریں سنگ مرمر کی تھیں، اور ان پر آئینہ کاری کی گئی تھی۔ "میدان" کی غربی سمت میں قصر باغ بہشت تھا۔ یہیں سے جنوب کے رُخ پر چہار باغ کی کیاریاں شروع ہوتی تھیں اور زایندہ رود تک پھیلتی چلی جاتی تھیں۔ چہار باغ کے خیابان میں ایک پل تھا، جو شاہ عباس کے ایک امیر کبیر کے نام پر پل اللہ وردی کہلاتا تھا۔ اسی پل پر سے مقام جلفا، کو راستہ جاتا تھا، جہاں شاہ کے حکم سے جلا وطن کئے ہوئے ارمنی آباد تھے۔ اسی چہار باغ کے آخر میں جنوب کی جانب باغ ہزار جریب تھا۔

ان اصفہانی عمارتوں کے علاوہ ملک کے اور کئی مقامات میں بھی تعمیرات ہوئی تھیں:

قلعہ مبارک آباد، استر آباد "سیاہ پوش" لوگوں کی سرکوبی

کے لیے بنایا گیا تھا۔ اس قلعے کا اثر یہ ہوا کہ بقول اسکندر بیگ "طبقۂ سیاہ پوشان .... ہوای سیاہ پوشی از سر بیرون کردہ پای در دامن سلامت و رعیتی پیچیدند و آن ولایت بہ دستور سایر ممالک ایران مہبط امن و امان گشت[۹۱]"

قلعہ تبریز: سنہ ۱۰۱۴ ہجری (سال جلوس ۱۹) میں تبریز کے پرانے قلعے کو مسمار کر کے بنایا گیا۔ اسکندر بیگ کا بیان ہے کہ یہ قلعہ صرف بیس روز کی قلیل مدت میں تیار ہو گیا تھا[۹۲]۔

قلعہ ایروان، سنہ ۱۰۱۵ ہجری (سال جلوس ۲۰) میں تعمیر ہوا۔

قلعہ رشیدی، سنہ ۱۰۱۹ ہجری (سال جلوس ۲۴) میں بنایا گیا۔

نہر کرنگ، سنہ ۱۰۲۹ ہجری (سال جلوس ۳۴) میں تیار ہوئی۔ اس سے قبل شاہ جنت مکان اسمٰعیل صفوی نے اسے بنوانا شروع کیا تھا۔ مگر زمین کی سنگلاخی سے عاجز آ کر مدد اٹھالی تھی۔ عباس اعظم کی ہمت و عزم نے اس مہم کو بھی سر کر لیا۔

قلعۂ گنجہ، سنہ ۱۰۲۱ ہجری میں تعمیر ہوا۔

اس تین سو سال کے عرصے میں ان میں سے اکثر و بیشتر

---

۹۱ عالم آرای عباسی، ص ۴۰۲

۹۲ ایضاً، ص ۴۷۵ - ۴۷۶

عمارتیں خراب اور ویران ہو چکی ہیں ۔ باغ عباس آباد بھی اب ویران ہے ۔ لیکن جہاں اور چیزیں نیستی کے قعر میں پہنچ گئیں، ظہیرای تفرشی کے قلم جاوید رقم نے اس باغ کو نہ صرف ویرانی سے بچا لیا، بلکہ جب تک سیہ بر سفید لکھا ہوا موجود ہے — اور وہ ابھی ایک اور طویل عرصے تک موجود رہے گا — عباس آباد جدید کے باغ کا نام صفحۂ ہستی پہ قائم رہے گا ۔ یوں تو پھر کل شئ ھالک اِلا وجہہ ۔

قبل اس کے کہ میں اس بیان کی کوتاہی اور تشنگی کے لیے عذر خواہی کرتے ہوئے ان مختصر صفحات کو ختم کروں، ایک امر مختصراً عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں، اور وہ اس نسخے کی رسم تحریر سے متعلق ہے ۔ شروع سے آخر تک حتی الوسع احتیاط کے ساتھ تمام اضافی اسماء پہ اضافت دے دی گئی ہے ۔ آخری ہای ہوز اور یاے تحتانی کی اضافت کے بارے میں اس کا خیال رکھا جائے کہ

(الف) جس آخری ہ پر ہمزہ دیا گیا ہے وہاں اضافت نہیں نہیں دی گئی، وہی ہمزہ اضافت کا نمایندہ ہے ۔

(ب) جس آخری ی کے نیچے نقطے دیے گئے ہیں اس پہ

اضافت پڑھنی چاہیے۔ البتہ جہاں آخری الف یا واد کے بعد ی واقع ہوی ہے اس ی میں نقطے نہیں دیے گئے مگر اضافت پڑھی جاے گی ؛

امید کہ اس سے ناظر کتاب کو پڑھنے اور سمجھنے میں اور ایک گونہ سہولت ہو جاے ۔ آمین ؛

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شبنمِ شادابِ ہرگونہ ستایش و ثنائی کہ از ہوای روح پرورِ بستانِ بیان بر گل برگِ بیانِ سخنوران نشیند، بہ جذبِ استحقاقِ ذاتی، راجع بہ جنابِ آفتاب نقابِ بہار پیرائی است، کہ در بیت المقدسِ گلشن مریمِ غنچۂ مسیح دم را دہانِ روزہ دارِ صمت بہ کلمۂ طیبۂ هو (کہ اسم اعظم اوست) کشودہ، و قامتِ سروِ الف استقامت در غلالۂ آل لالہ بہ صورتِ نفی ماسوا اثباتِ معنی توحیدش نمودہ. مہد جنبانی نسیم مرحمتش اطفالِ غنچہ را بہ گہوارۂ گلبن در شکر خوابِ بہاری کردہ، و گلاب افشانی شبنم+ لطفش شوخ چشمانِ نرگس زار را از گرانِ خوابِ غنچگی بیداری شگفتگی بخشیدہ!

شمیمِ شکینِ نکہتِ ہر نعت و منقبت، کہ بہ عطر سائی نسیم صبح خیز نفس از غنچۂ دہانِ ثنا پروران دمیدن گیرد، شایستۂ

+شمیم

شمائلِ لالۂ سرخِ محمدی و گل‌های آلِ او، که گلِ مهرِ نبوت جز بر گلبنِ بر و دوشِ نازنینِ او نه شگفیده؛ و شبنمِ حدیثِ فرشته جز در نسترنِ سمعِ مقدسِ ایشان نه چکیده ٭

اما بعد:

گل‌چینِ اندیشه را از چمنِ پُر گلِ تخیلِ نرگسِ حیرتِ این نکته می‌شگفد که بادیه‌پیمایانِ مراحلِ عرفان را این چه نقوشِ گوناگون است که از سطحِ سرابِ+ هیولانی بر حبابِ دیدۂ تماشائیِ موج جلوه می‌زند! و نظارگیانِ سیرِ کوی ایقان را این چه تماشِ رنگارنگ است که اعجوبه‌نمای نامیه از پردۂ خیالِ ماده صورتِ نمود‡ می‌دهد! طوطیِ فلک را از یک بیضۂ زمین چندین فرخِ فرُّخِ نازنین، این چه سیمیا است! و اکسیریِ آسمان را از یک بوتۂ گلُ این همه زر و سیم، این چه کیمیا است! مشاطۂ حُسن آفرینِ فروردین بر گوش و گردنِ عروسانِ تازه روی نوبهار زیورِ ریاحین و ازهار به آئینی نه بسته، که به تماشا ایستادنِ آسمان فصیلِ فصلِ تابستان در راهِ غارتیانِ

+ سیراب ‡ نمو

خزان نه کشد. و دایهٔ مهرسرشتِ اُردی‌بهشت زلف و کاکلِ نازنینانِ گلشن را بر طرفِ عارضِ دل‌آرا به درستی نه شکست، که بار بیگی نظربازِ آفتاب رقیبانِ شب ردِ کواکب را سرِ هم‌چشمی زیرِ سنگِ زمین نه نهد :

نظارهٔ این حور وشانِ حجله‌نشینِ غیب ، که به جلوه انگیزی تجلّیاتِ جمال به صد هزار غنج و دلال از کوهِ قوّت سر به فضای فعل بر کرده اند، بالغ نظری را سزا‡، که تراکمِ غبار این کثرات — که ذراتِ مبثوثهٔ جوِّ امکان اند، و به فیضِ پرتوِ خورشیدِ حقیقت در رقصِ ظهور آمده — شعاعِ باصرهٔ بصیرتش را از مشاهدهٔ جانانهٔ یگانهٔ وحدت نقابِ ارتیاب نه بندد. بی‌تکلف به جوشِ شرارِ لاله‌زار، که از سنگ آتشِ کوهسار به صدماتِ چقماقِ روزگار بیرون ریخته، هنگامهٔ نشاطی در نه گرفته که سنگِ سرمهٔ دلِ اربابِ قساوت را در آهنین حصارِ یخ افسردگی سپندِ آتشِ گرمی نه کند؛ و به موی سبزهٔ هفت اندامِ زمین، که از دهشتِ نهنگانِ سیلابِ بهاری برخاسته، دامِ عیشی گسترده نه شده که ماهیِ خاردارِ زبانِ ملامت‌گویان را در تابهٔ سوختهٔ برشتگی در روغنِ چرب و نرمی نیندازد :

---

‡ ملال

نوروز رسید، شد جهان دارِ سرور
واز لاله و گل روی زمین عارضِ حور
هر قطرهٔ ابر جلوهٔ صبحِ صفا،
هر لمعهٔ برق موجهٔ لجّهٔ نور!

دم به دم روائحِ نسرین و ریحان، چون نفسِ تهلیلِ مسبّحان، سبک بال به معراجِ اجابت پریدن؛ و زمان زمان رشحاتِ ژاله و باران، مانندِ فوجِ فرشتگان، عرق ناک از عرشِ رحمت رسیدن. در و دیوارِ روزگار به زبانِ سبزهٔ نوخیز ترنّم ریزِ ترانهٔ خوشی و خرّمی؛ و شاخ و برگِ بوستان زمان به بالِ بالیدگی سبک پروازِ هوای نزهت و بی غمی. به نشاط افزائی وزیدنِ شمال جوی بارِ لبِ جهانیان را خندهٔ نشاط و طرب گلِ خود رو؛ و به غم فرسائی دمیدنِ صبا کهسارِ دیدهٔ عالمیان را خوابِ آسایش و راحت گلِ شب بو. خاک، اگرهمه غبارِ خاطر، به آبِ تردماغی در سبزهٔ خرّمی دمانیدن؛ و خار، اگرهمه نیشِ درون، به نسیمِ اهتزاز در گلِ شادمانی شگفانیدن. درین جوشِ طراوت اگر فتیلهٔ عنبر به دعوی فوّارگی برخیزد، مشکل که به رشحه ریزیِ رطوبت خوی خجالت بجبینِ منکران نه نشاند؛ و درین غلوِ نکهت اگر

دماغِ سوختۀ مجمرِ فسرده سودای غنچگی نه پزد، عجب که به عطسه
انگیزیِ هجومِ رایحۀ سیرِ تحسین و تصدیقِ حریفان پیاپی نه جنباند!
به سازگاریِ اعتدالِ هوا جنگِ آتش و پنبه به صلحِ شگوفه و
گل هم‌آغوش؛ و به هموارکاریِ ملایمتِ نسیم خُشونتِ مرقّع
با لینتِ گل‌بدن دوش به‌دوش. از غرورِ انگیزیِ هوا و نخوت‌آوریِ
نشو و نما پلنگِ شاخِ شگوفه در اندازِ بر برّۀ ستاره جستن؛ و شیرِ
سُرخِ گلِ نار پنجه‌یاز در گردنِ گاوِ گردون شکستن. نقشِ
قابلیتِ نشو و نما چنان نه نشسته که سرِ قلمِ فولاد در آبِ زمینِ
نگین به سبز کردنِ حرفِ این دعوی ریشۀ جوهر نه دواند؛ و
سررشتۀ عمومِ انبساط به سرحدی نه پیوسته که کُهسارِ بدخشان،
چون وادیِ نعمان، به سرخ‌رویی مدعیِ این سخن لالۀ لعلِ
سیراب نه شگفاند!

امروز گل‌زمینی که هزار بلبل گرفتار نه دارد، کجا است!
و سرکویی که صد رنگ گل بر دستار نه زنند، کو! مطربِ وقت
برگ و ریشۀ خشک و ترِ سازِ دل‌نوازِ اهتزازِ به قانونی نه نواخته
که اگر بلبلانِ سبک‌پروازِ خدنگ از شاخِ کمان بر غنچۀ
پیکان و گلِ برگِ نشان به منقارِ سوفار سرایند، عجب

آید؛ و ساقیِ موسم در ساغرِ قالبِ هوائیِ آب و گل شرابِ سرشارِ هوش به کیفیتی نه ریخته که اگر در و دیوارِ گلشن به چشم و گوشِ حلقه و رخنه نالهٔ و نیایشِ گل و بلبل ببینند و بشنوند، شگفت نماید! از طغیانِ موادِ دموی، که به شیر و شکرنوشیِ برف و باران در اندامِ طفلِ نازنینِ زمین تولّد یافته، حجامتِ گل نمودنِ دوشِ گلبُن بالیدگی افزای آبلهٔ ژاله؛ و فصدِ فواره کشودنِ مرضعهٔ آب مزیدِ علّتِ سُرخچهٔ شقائق و لاله. به اقتضای فصل از بیابانِ طینتِ زاهدان، مرغ زارِ آب و گلِ رندان، لالهٔ عشق پیشگی و سنبلِ شوریده مشربی و ریحانِ شلائینی دمیدن سرکرده؛ و از خشک رُودِ مشربِ پیران، چون جوی بارِ طبعِ جوانان، حبابِ نظربازی و طرب و فوارهٔ لهو و لعب جوشیدن آغاز نهاده. دستاربندانِ شاخسار، که حسب الحکمِ جهان مطاعِ نوروزِ سلطانی از سرکارِ فیض آثارِ نوبهار به زرهای تازهٔ سکهٔ شگوفه همه سال موظّف بودند، تا دینارِ آخر در کارِ شاهدپرستیِ بتانِ آب دندانِ غنچه های پرشبنم و خندان به باددستی بردادند؛ و ازرق پوشانِ چنار، که از هجومِ دستِ ارادتِ ساده نوجوانِ اوراقِ شاخ و برگِ پیری و پیشوائی بر خود چیده،

دعوی های بلندِ عرش رَوی و لاف های گزافِ آسمان سیری
می زدند! چه گویم که به ذوق بخشی نسیمِ وجد انگیز و طرب افزائ
بادِ حالت آذر چه پاکوبی ها و دست افشانی ها سر کردند! و درین
خجسته موسم ـــ که به قطره ریزی ابرِ آذری و موج انگیزی نسیمِ
نُوروزی دریای اَخضرِ نوبهار به تلاطُم نشو و نما کفِ شگوفه بر
آورده ، و مد و جزرِ شمائلِ درختان آغاز نهاده ، و به موجِ رطوبتِ
هوا طوفانِ خرمی و نشاط کرده ، و از جوشِ چارگلِ بساتین به
چار موجهٔ شگفتگی و انبساط درآمده ـــ گوهرطلبانِ صفای وقت را
جامِ بادهٔ کهن کشتیِ نوحِ ورطهٔ غم ، و زمزمه سنجیِ مرغانِ چمن شرطِ
سفینهٔ شادی است. اکنون لنگرِ کوهِ سنگین نشین ! و بادبانِ کوه بادپیما!
که زورقِ زَرقِ دریا را ابروی طنازِ موجِ سبزه به یک اشاره ،
و چشمِ غمّازِ حبابِ شبنم به نیم کرشمه ، از ساحلِ زهدِ خشک به گردابِ
ماهتابیِ باغِ بهشت فراغِ ارمِ آرامِ فردوس فرّ جنّت نُزهتِ
علیّین آئین عباس آبادِ جدید (صُفیّ بِسِجالِ التّائبین) انداخت ،
درخت و رکیبِ صبر و شکیب و دودمانِ عقل و هوش را طعمهٔ
نهنگانِ جدادلِ لب گردان ساخت. طوطیانِ اوراق از جزیرهٔ خضرای
چنار در لباسِ زمزمهٔ

«مرغابی شو که کار با طوفان است!»

صَعوه‌ بِهتانِ غم‌کدهٔ خاک را به سیرِ عالَمِ آب صلا زدند. خامهٔ طاؤس رفتارِ عندلیب مِنقار، که خروسِ عرشِ وقت‌شناسی است، در سپیده‌دمِ این صبحِ خرمی خواب‌آلودگانِ دیجورِ دنیاپرستی را به ادای فریضهٔ صبوحی به گُل بانگِ صریرِ تحریرِ این غزلِ تازهٔ رندانه اقامت کرد:

نوبهار است، بیا تا درِ خمّار زنیم !
برقی از موجِ قدح در خسِ پندار زنیم!
از صراحی و قدح برگِ گل و غنچه کنید
تا چو گلبن پس ازین خیمه به گلزار زنیم!
وقت آن شد که چو فواره ز کف بگذاریم
سرِ آبی که برآن ساغرِ سرشار زنیم!
دلم از صومعه و از خرقهٔ سالوس گرفت
خیز تا ساغرِ می بر سرِ بازار زنیم !
وقت دریاب، که با پشتِ دوتا هم چو فلک،
خوش‌نما نیست که گل بر سرِ دستار زنیم!
وضعِ دوران چو در آئینهٔ مستی نگریم،
خنده‌ها بر غلطِ مردمِ هشیار زنیم !

۹

وضعِ دوران چو در آئینهٔ مستی نگریم

خنده ها بر غلطِ مردمِ هشیار زنیم!

سال ها است که نخل بندِ ناطقه به گل چینیِ توصیفِ این روضهٔ رضیه رخنه جوی گلشن گری است! کنون که گلِ این تقریب دندانهٔ کلیدِ خامه گشت، دستِ تحریکی چرا نیازد؟ و چرا خود را به باغ نیندازد؟

صفتِ حوض

تبارک الله تعالی صفوتِ این حوضهٔ کوثرلطافت سلسبیل سلامت، که جمالِ باکمالِ زلالش در پیرایهٔ افضل‌الاشکال نیلِ بدنامیِ نقصان برچهرهٔ ماهِ تمام کشیده، و صباحتِ رخسارهٔ صفاپرورِ سلسالش آبِ چشمهٔ حیات را در خمِ سیاهِ ظلمات گردانیده. دهقانِ آفتاب، به چرخِ دوّار و گاوِ ثور و به دلوِ زرینِ زمین و رسنِ شمس، آبِ ضیا ازین زمزمِ صفا کشیده، و باغِ زمانه را سیرابِ روشنی گردانیده. یا، عکسِ آفتاب آبگینهٔ آب بر سر کشیده، و به طنابِ زرتابِ شعاع در آویخته، درین محیطِ لطافت از صدفِ صورتِ شگوفه غواصیِ لآلیِ شبنم‌مثالی می‌نماید. صوفیِ صُفّهٔ صفا است که دست از غبارِ کثرتِ ماسوا شسته، و از جداولِ دایره‌پیکر در کُنجِ وحدت نشسته، به نورِ صفای باطن درون و برون موافق دیده، و به مرتبهٔ تطبیقِ انفس و آفاق رسیده. روشن دلی مندل‌نشین است که به عزائم‌خوانیِ تموّجِ تسخیرِ پری‌نژادانِ پری‌خانهٔ گلشن کرده، همگنانش بر قدم

خدمتگاری، و حکمِ آبش بر همه جاری. بدرِ منیرِ آسمانِ لطافت است در وسط‌السماءِ گلشن خرگاهِ هالهٔ لاله زده، و آسمانِ سبزهٔ چمن، و ثوابت و سیارهٔ شگوفه و نسترن، کهکشانِ جداولِ لب‌گردان و اشکالِ جنوبی و شمالی درختان، و بیت‌المعمورِ قصرِ مینو سرود، را به فرِّ طلعتِ تابان روشنی به روشنی و رونق به رونق افزوده.

حوضه† از جدولِ الف مانند   روشن آئینه‌ای است دسته بلند
گردِ آن نقطه نهر دائره وار   مرکزِ لطف را خجسته مدار
اُفقِ آسمان آب شده؛   خندقِ قلعهٔ گلاب شده

اکنون سامانِ سلامتی چون فواره و ذخیرهٔ نفسِ تازه چون حباب کجا است، تا تر زبانِ توصیفِ فواره و حبابِ جوی، یارش تواند شد!

---

† گلشن

صفتِ فواره و حباب

چه فوارهٔ شیرینِ خیمه‌نشین است، گیسوی گوهرکشیش رشحه بر تنِ بلّورین افشانده، و پرویزِ حباب از دور با چشمِ نم‌ناک به تماشا ایستاده. حباب‌ها به رنگِ فاخته یا سروِ روانِ فواره در نظربازی؛ و شمع و پروانه از غیرتِ گرمیِ این هنگامه در اشک‌ریزی و جان‌گدازی. آب، کدام؟ جوشِ سیماب است که از چاهِ فواره به جذبِ طلای آفتاب جستن نموده، و نیزهٔ غازیان است که نارنجِ خورشید به نوکِ سنان ربوده!

زعکسِ گل و لالهٔ شعله‌سوز شده شمعِ فواره بستان‌فروز
به چوگانِ فواره گوئی حباب به هر سو زده بازوِ موجِ آب

چنین زبانِ خامه را، که به آبروی این توصیف به فوارگیِ جدولِ مسطرِ علَم شده، گو زلالِ سلامت نوش باد! وقت آن است که از رنگین‌رقمیِ سخن و سهی‌سرویِ گلشنِ صفحه انگشت‌نمای رعونت گردد!

صفتِ باغ

تعالی الله نزهتِ روضهٔ بهشت بهجتِ طوبیٰ طراوت! که تا صیادِ آفتاب، دامِ عالمگیرِ پرتو بر دوشِ گردِ هندِ سوادِ امکان برآمده، به این نقش و نگارِ طاؤسی در شبکهٔ شعاع نیفگنده؛ و تا بوالعجبِ متخیله، پردهٔ خیالِ بازیِ اندیشه در پیشِ چراغِ ضمیر کشیده، به این آرایش و آئین بازیچهٔ سلیمانی به نظرِ تماشائیانِ حواس در نیاورده؛ نسیمِ حدیثِ نظیرش بر گلِ نسترنِ گوشی نه وزیده، و سنبلِ رقمِ عدیلش پیشِ نرگسِ چشمی نه دمیده. اطلسِ رومی رنگ باختهٔ قمارِ نازک قماشیِ گلِ نارش، و مخملِ فرنگی خود را به خواب انداختهٔ هم‌چشمی بی صرفهٔ سبزه زارش. صبح از تکلّرِ خوابِ شبانه شگون کرده که به روی شگفتهٔ نسترن زارش برخیزد؛ و شفق از دودمانِ لاله‌ستانش برخورد مبارک دیده که چراغ افروزد. قامتِ رعنای سروِ بالیشش را چشمِ گوهر دیده، و آوازِ

خندهٔ گل هالش به گوشِ صدف رسیده. به سنگینیِ سایهٔ درختان نازک اندامانِ سبزه در سجود، و به دشتیِ کتانِ پرتوِ ماه بدنِ سیمینِ یاسمین کبود. صبح نسیمی که از نسترن زارش برگشته، و شفق هوائی که بر لالهستانش گذشته. جوشِ گل‌های رعنا بر انگشتِ جوانانِ اغصان به چندین نقش زینت‌افزا، و از تابناکیِ سهیلِ ارغوان رشتهٔ نظر رگِ عقیق‌نما. از تابِ برقِ جولانیِ گل برگ‌های چمن گردش رنگ‌ها از رخسارِ لاله‌رخان پریده، و به غصهٔ هم‌چشمیِ غنچه‌های شبنم صدف را از گوهرِ گریه در گلو گردیده. برگ برگِ گل‌های آتشینش از پردهٔ زنبوریِ شباکِ سبزه چون اخگر دانه دانه در مجمر، و گل گلِ نسترنش از شبکاتِ شاخ و برگ صبحی است که می‌نماید از شجر.

به نازم وسعت‌فضائی که سرو و سفیدارِ اطرافِ دیوارش قطبیِ صبح را مطرز نموده، و اطلسِ آلِ شفقِ معلم به نظر آمده. به نام ایزد قوتِ نشو و نما که گردنِ سرکشش را بازوی هلال معانقه رعونت نموده، و دستِ چنارش با پنجهٔ کفّ الخضیب مصافحه رفته. چون کاغذِ بادِ گلِ برگی کجا سر از خاکش برآورده، که کمان‌دارِ شاخ از پروازدادنِ فوجِ عندلیب ترکش بر

او† خالی نه کرده؟ و مانندِ انگشتِ افسرده کدام دلِ پژمرده به مسیح آبادِ هوایش در آمده، که به نفسِ دمیدنِ نسیمش چون اخگرِ فروزنده زنده نگشته؟ به دهقانیِ رطوبتِ هوا در شوره زمین دستارِ شمشادِ شانه در ریشه دوانیدن؛ و به باغبانیِ نشو و نما به آبِ چشمهٔ دهان سروِ مسواک در قد کشیدن. سرو و سفیدار، اگر به زنجیرِ کاکلِ سنبل پای خود بسته نمی دید، در عشقِ لیلی وشانِ بید مجنون چون گردبادِ صحرا گردِ جنون می گردید! کوهکنِ آب، اگر فرقِ حبابِ خود را به تیشهٔ فواره نمی شگافت، به ذوقِ نظارهٔ شیرین لبانِ نباتات بیستونِ سحاب را از پیش بر می داشت! سیارهٔ کواکبِ رسنِ اشعه فرو هشته، و یوسفِ گل پیرهنِ شبنم از تیره چاهِ داغ به دلوِ لاله بر آورده‡ و در گلشنِ عوائقِ شقائق به جای ترنجِ جعفریِ غنچه سرانگشتانِ اوراق بریده، و زبانِ طعنِ نظربازی از زنخدانِ نرگس کوتاه کرده. به صهبا فروشیِ نشئهٔ صهبا ایاغِ دماغِ ظریف طبعانِ چمن سرشارِ شرابِ شگفتگی و نشاط؛ و به باده پیمائیِ کیفیتِ بادِ زجاجِ مزاجِ لطیف نهادانِ گلشن لبریزِ مدام

---

† پژده
‡ برآمده

مسرت و انبساط. شاخ از مستیِ طرب عرق‌جبینِ شگوفه وا ژون نهاده، و نیلوفر کلاهِ سنجاب به حقّه‌بازیِ حباب افگنده. افروخته‌رویانِ شقایقِ طرفِ جو چون ترسا دلبرانِ لاله‌رو به خاچ‌شورانِ پستانِ عکسِ آفتاب در آب افتاده؛ و لیلی‌وشانِ برشته‌حسنِ ریحان مانندِ مجوسیِ ملتّانِ فتّان به تعظیمِ آتش‌کدهٔ لاله گردن نهاده.

فراهم نیامدنِ دهانِ گل از خندهٔ طرب، چه عجب که خردهٔ زعفرانش در جام ریخته اند. لاله را که نیلِ داغ در ایاغ انداخته‌اند به این اندازه مست‌گذاره بودن شگفت است. و عاشقان به شوقِ سراسر رویِ خیابانش، از مذهبِ کوچه‌گردیِ جانان برگشته، و به ذوقِ در پای گل افتادنش از سرِ لذتِ با یار نشستن برخاسته. سرافگندگیِ ریحانِ مطرّا، چون تغافلِ محبوبان، به بهانهٔ حیا عنان‌گسلِ اختیارِ دل‌های پیر و جوان؛ و شبنم‌فشانیِ نرگسِ فتّان، چون گریهٔ ساختگیِ معشوقان، خانه به سیلاب دهِ تاب و توان. سوسنِ سیاه‌پوشش، چون عیّار پیشگانِ عبا بردوش، دشنه در آستینِ کیسه‌بُریِ هوش. خنجرِ برگِ بیدرنگ بستهٔ خون‌ریزیِ غم؛ و دهرهٔ سبزِ فولادِ ریحان دم تشنهٔ سرشکنیِ الم.

غصه را از پیِ شگافِ جگر، سبزه خنجر شد و سه‌برگ تبر.
نارون گرزِ غم‌شکن بر دوش، چاربرگ است چارآئنه پوش.
بس که دستِ چنار بالیده، پنجهٔ آفتاب مالیده.
نرگسِ مست و سوسنِ مخمور، دشنه بر کف، به سر کلاهِ سمور.
جوگیانِ بنفشه پیچیده، چیره بر سر ز موی ژولیده.
شاخِ ریحانِ بوستان‌آرا، زده بر تاجِ لاله پرِّ هما.
سپرِ سبزه زر فشانده به سر، گل ز شبنم کشیده زر به سپر.
نسترن طفلِ شیرخوارهٔ صبح، ژاله بر نسترن ستارهٔ صبح.
بوی سنبل شنیده را زین باغ، نکهتِ زلفِ حور موی دماغ.
به لبِ عشوه گفته حرف به حرف، نرگسش مُهرِ قاصراتُ الطَّرف.
خاکِ این روضه است بادِ بهشت، آخرین نقشِ اوستادِ بهشت.
در حریمش ز فرطِ مسروری، هر گیاهی شده گلِ سوری.
نوعروسانِ مهدپرورِ ناز، همه باهم به خرمی دمساز.
جسته از جا به شوخی و شنگی، دست و پا در حنای خوش‌رنگی.
باده‌نوشِ میِ سرور شده، محفل‌آرای بزمِ سور شده.
غنچهٔ بکر را به رنگِ شمیم، زیورِ ناز بسته بهرِ نسیم.
بلبل و قمریِ فصیح‌مقال، خطبه‌انشا کنِ نکاحِ وصال.

تلازمِ انعقادِ محفلِ شادی در گلشن
به اجتماعِ سبزانِ چمن و مرغانِ خوش‌لحن

به حجله‌بندیِ این سورِ پرسرور گل‌ها تمام سوری لقب؛
و بر آهنگِ اهتزازِ صبا اوراقِ درختان دست‌افشانِ خرمی و طرب.
یک طرف به پیش‌کاریِ مشاطهٔ شمال شقایقِ گلگونه در دست آرمیده،
و برگِ شکوفه به آوردنِ سفیدابِ قرص† دویده. سه‌برگه به وسمه‌پختن
دیگچه بر بار گذاشته، و بنفشه خطوطِ عنبرین به سرِ سوزنِ زمردین
برداشته. سبزه به شانه‌کاری برخاسته، و آب از حباب به آئینه‌داری
نشسته. نسترن عرقِ بهار از شبنم در جامِ بلورین کرده، و لاله گل
گشته عنبرِ داغ در منقلِ زرین به بخور آورده. از بسیاریِ نقل
و نباتِ شگوفه و جعفری جیب و بغلِ درختان پر، و از بی‌شماریِ
زرِ سرخ و سپیدِ گل و نسترن جای مفلسان خالی. یک طرف
به عشرت‌سازیِ هنگامهٔ وصال شوخ‌نوایانِ قمری و هزار نغمه‌سرای

---

† فرس

سرور و خوبی، و قوالانِ چکاوک و سار ترانه سنج بی غمی. رخسارِ شگرفانِ گلشن به گرمیِ هنگامهٔ نشاط بر افروخته؛ و بازی گرانِ چمن به تکلفِ هوا و تحریکِ صبا در کارِ قامت کرشمه ها اندوخته؛ و مشاهدهٔ رنگ بازیِ شقایق و لاله زنگِ غمانِ هزارساله از آئینهٔ خاطرها زدوده، و ننگولانِ سوسن در رقصِ کج کلاه عجب سرپاست نموده! نظارهٔ سینی بازیِ خطمیِ سفید صحنِ سینه ها را از حرارتِ اندوه رُفته؛ و شیشه بازِ آب، قرابهٔ فواره به فرق، سراسر بساطِ جداول غلطیده رفته. سیمین غبغبانِ حباب، پا به دامن پیچیده، چون کبوتر در معلق زدن؛ و نازک اندامانِ نهال، در جامهٔ قلم کارِ شگوفه، بال افشان طاؤس وار رفتن.

سبحان اللہ! بیدِ مولہ، که مدام با سبحهٔ هزار دانه برآمدی، امسال چه دیده×ست که چنگِ قامت را مطربانه به تارِ ابریشمِ شاخسار کشیده! و ناردنِ مُعتَمَم، که در هر هنگامه به سرِ عمامهٔ شجرهٔ+ سیادت برآمدی، امروز چه شنیده که صوفیانه بر صوتِ نای فواره سرافشانِ رقصِ مولوی گردیده! و قامتِ سروِ آزاد

×حال +شهرهٔ

که چهار فصل مانندِ عبّاد قدم از سجادهٔ سایه بر نمی‌گرفت، از جا درآمدهٔ
کدام مژدهٔ غیبی است که، به فیض† هنگامهٔ مسرت پذیری بر صفتِ
رعنا سبزانِ کشمیر شالِ الوانِ قوس قزح بر سر انداخته، شگرفانه گردن
به رقصِ اصولِ طنازی برافراخته! هیهات، هیهات! محیّرِ حیرت
درین پرده خارج آهنگ است، و از هجومِ طرب جای تعجب تنگ!

---

† فرط

تلازمِ دربار به اجلاسِ خسروِ نوبهار بر سریرِ تختهٔ گلزار

دماغِ نسیم مشکین نکهت، نافهٔ این بشارت است، و لبِ صبح در خندهٔ خرمیِ عیدِ این نوید که صاحب قرانِ کامگارِ نوبهار، پادشاهِ زمان، فرمان فرمای روی زمین، ظل الله فی الارضین، قهرمانُ الماءِ والطین — که عندلیبِ صیتِ معدلتش بر شاخسارِ گیتی نغمه سرای اشتهار، و نسیمِ حکایتِ مکرمتش بر بوستانِ ارکانِ عالم نافه‌گشای انتشار — از فرح آبادِ عالمِ قدس و اشرفِ جهانِ تجرد به طرفِ این طرفه گلشن (که سوادِ اعظمِ اقلیمِ خرمی و دارالسلطنتِ شگفتگی است) ظلِّ سعادت گسترده و پی مراجعت افکنده، و دیهیمِ کیانی غنچه بر سر و قبای خسروی گل در بر، به تختِ مرصعِ گلبن برآمده! امرای نامدارِ ریاحین و ازهار در پایهٔ سریرِ سلطنت صف به صف نشسته، و پیاده و سوارِ سبزه و شاخسار گرداگردِ بساطِ معدلت جرگه بسته. فراشانِ نسیمِ فروردین، از تشابک* سبزه و ریاحین،

---

* مشبک.

به گسترانیدنِ فرش‌های منقشِ ابریشمی دویده؛ و دو رویهٔ صحنِ چمنِ گلشن، از بوته‌های رنگارنگِ یاسمن، صندلی‌های خاتم‌کاری درهم چیده؛ جزائریانِ پلنگینه‌پوشِ اشجارِ شکوفه‌بار، در کریاسِ خیابان، بهرِ پاس از دو طرف صف کشیده؛ و ریکایانِ قرقی کلاهِ سوسن، در رستهٔ جلوخانهٔ موجِ جوی‌بار، بر قدمِ ادب آرمیده؛ و ایشیک آقاسیانِ چنار، با عصاهای مرصعِ سرو، به نظم و نسقِ بزمِ خسروی استاده. شربت‌دارانِ سحاب، به کشیدنِ نقل و نباتِ ستاره و آفتاب، در عرق افتاده. توشمالانِ نعمتِ الوانِ خرمی خاصه اطباقِ مزعفرِ جعفری به نزدیک و دور مائدهٔ حضور کشیده. ساقیانِ سیم‌اندامِ سیمین ساقِ آب، با شیشه و جامِ فواره و حباب، بر خرد و بزرگِ انجمنِ صحنِ چمنِ سرور بادهٔ پیمای شگفتگی گردیده. تفنگچیانِ قوای نامیه خدنگِ سرو در زهِ جوی‌بار و کمانِ قوسِ قزح پیوسته، تا اگر ستارهٔ خیره نگرو چشمش بر دوزند؛ و شمشیرِ جوهردارِ کهکشان به دست و بازوی چنار برکشیده، تا اگر آسمان کج گذرد دونیمش کنند. اعیانِ تخت‌گاهِ چمن و وضیع و شریفِ دارالسلطنتِ گلشن — از اربابِ عمائم

× قورچی.

نارون، و اصحابِ قلوبِ صنوبر، و مجذوبِ سالکانِ بیدمجنون، و قلم زنانِ بیدِ سرخ، و دیوان گرانِ گلِ صدبرگ، تا رعناقدانِ شمشاد، و مرغوله‌مویانِ مشکین کاکلِ بنفشه و سنبل، و بازاریانِ لاله و ریحان، و رعایای سبزه و سه برگ ـــ به کامیابی دیدارِ ولی‌نعمتِ نوبهار، بندِ قبا در بندِ قبا و کلاه بر کلاه استاده؛ و به شکرِ مساعیِ جمیلهٔ ملک‌پروری و معدلت گستریِ دستورِ معظّم وزیرِ اعظم نفسِ نباتی، که حسب الحکم اعلیٰ در نظم و نسقِ ممالکِ نشو و نما ـــ از رتق و فتقِ صحو و غیم، و حلّ و عقدِ شکوفه و ثمر، و انتظامِ مداخل و مخارج از امطار و ازهار، و تعمیرِ مرز‌بومِ هر زمین، و توفیرِ کشت و کارِ دهاقین ـــ مآثرِ فراوان و آثارِ نمایان بر روی عرصهٔ روزگار به ظهور رسانیده؛ و بر طبقِ رضای حضرتِ والا در ترفیهِ حالِ برایا ـ از نضارت‌بخشیِ گلِ جعفری، و طرب افزائیِ لالهٔ عباسی، و شمال کردنِ معزولانِ خسته دل، و از خاک برداشتنِ بی‌برگ و نوایانِ پا در گل، و با ضعفاءِ سبزه و به اقویاءِ شاخسار از وفورِ حُسنِ خُلق به یک نسبت برآمدن، و به آشنا و بیگانه تر و خشک به فیضِ وسعتِ مَشرب بر یک و تیره سر کردن ـــ کار از دائرهٔ طوقِ بشری درگذرانیده!

همگنان از خلوصِ جَنان متفقُ اللفظِ و البیان استدعای خُلودِ این خلافتِ کُبری و دوامِ دولتِ عظمیٰ را سر سُوی آسمان بر کرده، و دستِ دعاءِ اوراق به درگاهِ پروردگارِ علی الاطلاق بر آورده. فُصحاءِ فاخته و قمری و خطباءِ بلبل و هزار ثناطرازیِ پیش‌گاهِ سلطنت را غزل سرای قصائدِ غرّا و دعاگوئیِ دولتِ روز افزون را فاتحه خوانِ زمزمهٔ اخلاص و ولا گشته به گنج افشانیِ آستینِ سحاب جیب و دامنِ انجمن پر از زرِ ناب، و به عشقِ گرمیِ این هنگامه زاهدِ خشکِ خامه تر زبان به این خطاب :

ساقی نامه

بیا ساقی، ای چشمهٔ زندگی! سرِ سبزِ تو خضرِ پایندگی!
بهار است، و می غلطد از جوشِ گل ستاره چو شبنم در آغوشِ گل.
ازان می، که در جامِ گل ریختی؛ کباب از دلِ بلبل انگیختی.
به آن آتش افروختی لاله را، به این آب شستی رُخِ ژاله را.
همان می، که ریحانِ سلاطینِ اوست، سیه مستِ جامِ سفالینِ اوست.
شگوفه ازو صبحِ خندان شده، چو دستارِ مستان پریشان شده.

ازان می، که ریزد چو بر خاکِ تن — گلِ خنده روید ز باغِ دهن،
گلستانِ دل را ز هر نوکِ خار — دهد نرگسِ دیدهٔ اعتبار،
به هر رشحه باز* آرد از بس فتوح — سفالِ تنِ مرده ریحانِ روح.
به هر آتشینِ† قطره بی اشتباه، — بر آید ز لب نالهٔ صبرکاه.
به من ده که سوسن‡ زبانی کنم، — شوم سرو و رقصِ روانی کنم.
چه خواهد شد آخر، اگر بلبلی — ازان شاخِ ساعد به چیند گلی؟
دریغ، ای گل، از بلبل انصاف نیست! — به من جام بخشیدن اسراف نیست:
شرابِ تو بر جانِ محزونِ من — حلال است، چون بر لبت خونِ من!
عجب تشنه ام، خیز و ساغر بده، — چو چشمانِ خویشم مکرّر بده.
بده، تا به نوشم چو خورشید و ماه — به یادِ دو ابروی دلخواه شاه!

---

* بار † آتش ‡ شیوا

ابجھی

حواشی

۱۔ آفتاب نقاب : وہ کہ جس کا نقاب (روبند، چہرے کے سامنے کا پردہ) آفتاب ہو، جناب ..... وہ صحن یا درگاہ (جناب) جو کمال آب و تاب کے ساتھ روشن ہو، جناب ...... نقاب صفت ہے بہار پیرا یعنی اللہ، کی۔

صمت : خاموشی۔ حضرت مریم کے ذکر میں یوں ارشاد ہوا ہے "اگر تو کسی شخص کو دیکھے تو کہہ دے کہ میں نے خدا، رحمان کے لئے روزہ رکھنے کی منت مانی ہے، آج میں ہرگز کسی سے بات نہ کروں گی" (قرآن : مریم، ۲۶)۔ یہودی قوم کا قاعدہ تھا کہ صوم (روزہ) کے دوران میں وہ بالکل خاموش رہتے تھے، کسی سے بات چیت نہیں کرتے تھے۔

ھو : وہ، یعنی اللہ۔ خنیچے کی چٹک کو ھو کی آواز سے تعبیر کیا ہے۔

سرو، جس کا قد (قامت) حرف الف کی طرح سیدھا

(مستقیم) ہے، چاروں طرف سرخ رنگ کے گل ہای لالہ سے گھرا ہوا کھڑا ہے، اور اس طرح لا الہ کی صورت پیدا کرکے (لا۔ا۔لہ= لا الہ) اللہ کے سوا باقی سب کی نفی کر رہا ہے، کلمۂ توحید (لا الٰہ الاّ اللہ) پڑھ رہا ہے!

گران خواب : اضافت مقلوب، خواب گران : گہری نیند۔ نسیم نے کلیوں کو میٹھی نیند سلا دیا تھا۔ شبنم نے گلاب کا چھینٹا دے کر انھیں جگا (کر پھول بنا) دیا ہے۔

یہاں پہنچ کر اللہ کی حمد و ثنا ختم ہوتی ہے۔ اس کے بعد نعت رسول ہے، جو لفظ چکیدہ پر ختم ہے۔

۲۔ مُہرِ نبوت : حضرت نبی کریم صلعم کی پشت مبارک پر، دونوں کندھوں کے درمیان میں ایک نشان تھا جس کے بارے میں عامۂ مسلمین کا عقیدہ ہے کہ وہ نبوت کی مُہر تھی، جو جناب باری کی جانب سے آں حضرت صلعم کو عطا ہوئی تھی۔ او کی ضمیر آں حضرت کی طرف راجع ہے۔ حدیث فرشتہ۔ فرشتے کی کہی ہوئی بات (حدیث)، یعنی الہام، ہاتف غیبی کی آواز۔ ایشان کی ضمیر "آل او" (اہل و عیال نبوی) کی طرف راجع ہے۔

بادیہ ..... عرفان : اہل عرفان، عارف، خدا شناس لوگ۔

سطح ...... ہیولانی: سطح زمین، روی زمین، زمین ؛

طوطی فلک ...... کیمیا۔ طوطی فلک (سبز نیلگون آسمان) کے ایک انڈے (گول زمین) میں سے اس قدر رنگ برنگ کی سبزی اور نباتات کے پیدا ہونے کو مصنف ایک سیمیائی کرتب بتاتا ہے، کیوں کہ عموماً ایک انڈے میں سے ایک ہی بچہ پیدا ہوتا ہے، نہ کہ زیادہ۔ اسی طرح آسمان کو ایک کیمیاگر (اکسیری) قرار دے کر پھول کی کٹھالی (بوتہ) میں بے حساب سونا اور چاندی تیار کراتا ہے۔ زرگل پھول کے زیرے کو بھی کہتے ہیں۔ سونے چاندی سے رنگا رنگ کے پھول مراد ہیں ؛

۳۔ نہ بستہ۔ نہ کشد، اور نہ شکستہ۔ نہ نہد، دونوں جگہ دو دو نفی کے آنے سے اثبات کے معنی پیدا ہوگئے ہیں۔ مشاطۂ فروردین نے عروس نوبہار کو اس خوبی سے سجایا ہے کہ خود آسمان تماشا دیکھنے کو کھڑا ہوگیا ہے، اور اس دلہن کو خزاں کی لوٹ مار سے بچانے کے لئے اُس نے موسم (فصل) گرما کو درمیان میں لا کھڑا کیا ہے! ادھر اردی بہشت نے گلشن کے نازنینوں کے زلف وکاکل کو اس دلاویزی سے آراستہ کیا ہے کہ آفتاب نے ستاروں کی رقابت سے محفوظ رہنے کے لئے ستاروں کو چھپا دیا ہے، کیونکہ وہ بھی ان نازنینوں کے عاشق ہیں! آفتاب اور آسمان دونوں اس عروس نازنین کے حسن وزیب کی بہار دیکھ رہے ہیں!

غیب۔ غیب کو حجرہ اور سبزی اور روئیدگی کو معشوق قرار دیا ہے ؛

ارتیاب : شک و شبہ۔ صرف وہی دوربین، باریک بین اور دقیقہ رس (بالغ نظر) شخص ان غیب سے ظہور میں آنے والی گوناگون اور رنگا رنگ چیزوں کی حسن وخوبی اور ان کے جمال و کمال کا اندازہ کرسکتا اور ان کو قرار واقعی طور پر سمجھ کر قدرت خداوندی کی داد دے سکتا ہے، جس کی بینائی اور بینش اس کائنات کی مختلف، متفرق، بے حساب اور بے شمار موجودات کی مادّی اور ظاہری حیثیت اور کیفیت کو چیر کر خالق واحد کی ذات و صفات تک پہنچ سکتی ہے جس شخص میں یہ اہلیت نہیں ہے، وہ ان وسیع و عریض موجودات کی حقیقت اور کیفیت کا اندازہ کیا خاک کرسکتا ہے!

سنگ آتش : یہاں بلا اضافت ہے؛ اصل میں اضافت کے ساتھ، وہ پتھر جس میں سے آگ نکالی جائے:

نہ گرفتہ ـ نہ کند اور نہ شدہ ـ نہ انداز، دونوں جگہ دو دو نفی مل کر اثبات کا فائدہ دیتے ہیں:

سوختہ برشتگی : سوختگی و برشتگی؛ یائی مصدری، اور واد عاطفہ کے حذف سے، سوختہ و برشتہ (جلا بُھنا) ہونا، جلنا بُھننا، تابہ، توا:

۴ ـ بہ معراج ...... پریدن = (در) پریدن بہ معراج اجابت (مشغول اند) ؛ خوشبوئیں اُڑ اُڑ کر قبولیت (اجابت) کے بلند ترین مقام

تک پہنچ رہی ہیں۔ اسی طرح از عرش رحمت رسیدن = (در) رسیدن از عرش رحمت (معروف انداز ادبے) اور بارش کے قطرے رحمت کے بلند ترین مقام سے اس تیزی سے اُترتے ہوئے چلے آرہے ہیں کہ پسینہ پسینہ (عرق ناک) ہوگئے ہیں۔ بے اور از کو مرکب کے شروع میں لاکر مصدر کو مصدر مرکب کی شان میں پیش کیا ہے۔ اس قسم کے مرکب مصدروں کی مثالیں آیندہ بھی ملیں گی ؛

خاطر اور وردن ، دونوں کے بعد است محذوف سمجھنا چاہئیے۔

اگر، دونوں جگہ اگرچہ، اگرکہ کے معنی میں ہے ؛ ہمہ = بالکل، سراسر

۵ ۔ غالوی نکہت : خوشبو کا مبالغہ ، جوش ، خوشبو کی زیادتی ، کثرت ؛

مجمر فسردہ : ٹھنڈی ، بے آگ کی انگیٹھی ؛ وہ انگیٹھی کہ جس کی آگ بجھ چکی ہو ، اسی لیئے اس کے دماغ کو خشک (سوختہ) کہا ہے ؛

عطسہ انگیزی ...... ظاہر ہے کہ جو شخص فوارے کے قریب جائے گا اُس کی پیشانی پر پانی کے قطرے ضرور پڑیں گے۔ اسی طرح چھینک (عطسہ) کی وجہ سے آدمی کا سر ضرور ہلتا ہے۔ طراوت اور نکہت کی کثرت کو اس انداز سے بیان کیا ہے ؛

آتش و پنبہ۔ شگوفے کو روئی سے اور گُل سرخ کو آگ سے تشبیہ دی ہے۔ ہوا ایسی معتدل اور مرطوب ہے کہ آگ میں گرمی نہیں رہی۔ ایسے ہی، نسیم ایسی ملایم ہے کہ فقر کی پیوندار گُدڑی (مرقع) کے کھردرے پن (خشونت) میں وہی نرمی (لینت) آگئی ہے جو امیر کی گلبدن میں ہے ؛

گاو: گاوِ گردون (آسمانی گائے) سے مر برج ثور ہے۔ گلنار کا شیر اپنا پنجہ اٹھائے ہوئے (یانہ) ثور کی گردن توڑنے کو تیار ہے۔ ان دونوں جملوں میں بالیدگی (نشو و نما) کی کثرت اور شدت کا بیان ہے ؛

بدخشان: ایک پہاڑی علاقے کا نام ہے جو آمو دریا کے مغربی کنارے پر واقع ہے اور لعل کی پیداوار کے لئے مشہور ہے۔ حقیقت میں لعل بدخشان میں نہیں بلکہ شغنان میں ملتے ہیں جو آمو دریا کے دوسرے کنارے پر واقع ہے ؛

نعمان: حیرہ کا ایک بادشاہ۔ دیکھو تلمیحات ؛

گُل زمین: وہ قطعۂ زمین جس میں گُل کی کثرت ہو۔ صد رنگ = ہر قسم کا ؛

سرکوبی ..... دستار: اس لفظ (سر) کی مناسبت سے دستار کا لفظ لایا گیا ہے ؛

۶۔ ساقی موسم: آب و ہوا کے کمال اور تاثیر کی خوبی قابل تعریف ہے کہ در و دیوار جیسی غیر ذی روح چیزیں بھی ناز و نیاز جیسے لطیف کیفی حقایق کو اس خوبی سے محسوس کر رہی ہیں کہ گویا وہ ان کو دیکھ اور سن رہی ہیں!

شیر و شکر: دودھ (باران) اور شکر (برف) کثرت سے کھا لینے کے سبب سے زمین کے مزاج میں خونی (دموی) مواد اس قدر بڑھ گیا ہے (طغیان) کہ باوجود سینگی لگانے (حجامت) کے بھی بدن کے آبلے (اولے، ژالہ) کم نہیں ہوتے۔ دودھ پلائی (آب کو دایہ فرض کیا ہے) نے فصد لگائی ہے، کہ شاید اس کے دودھ کا فساد ہو، مگر شقائق اور لالہ کے بدن کی سرخی نہ گئی، وہ جوں کے توں سرخ بادہ (سرخچہ) کے مرض (علت) میں مبتلا ہیں۔ آب و باران کی کثرت سے طراوت کی شدت اور گلشن کی بالیدگی کا کمال دکھانا مقصود ہے۔

طینت زاہداں - بہار اس جوش پر ہے کہ زاہد رند بن گئے ہیں اور بوڑھے جوانوں کی طرح عشق ورزی کر رہے ہیں!

دستار بند: (پگڑی والے) عالم فاضل لوگ، قاضی، مفتی، مشائخ وغیرہ جو شاہی دربار کے وظیفہ یاب (موظف) ہیں۔

نوروز سلطانی - میں ی نسبت کی ہے۔ نوروز کو سلطان فرض

کیا ہے؛ لہذا اُس کا حکم جہان مطاع ہے: ساری دنیا اُس کی اطاعت کرتی ہے ؛

سکۂ شگوفہ: یہ سکّہ ہر سال نیا بنتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر سال نئے شگوفے نئے پھول نکلتے ہیں ؛

دینارِ آخر: وہ دینار جو ایک جُوا باز جُوے میں ہارتے ہارتے سب سے آخر میں بچا لیتا ہے۔ شاخسار کے دستار بندوں نے اپنا ایک ایک سکّہ کرکے شاہ پرستی کی قمار بازی میں بے دریغ فضول خرچی (باد دستی) کے ساتھ صرف کر دیا ؛

ازرق پوشان: نیلے (ازرق) یا سیاہ یا سبز کپڑے پہننے والے، یعنی فقیر، صوفی اور اہل ماتم لوگ۔ چنار کے درخت کو اس کی گہری سبزی کے لحاظ سے ازرق پوش، یعنی صوفی، اور شاخ و برگ کا جو عام مریدوں کی طرح سیدھے سادے (سادہ لوح - ہیں) پیر اور مرشد قرار دیا ہے۔ بلندی کے لحاظ سے اس کو عرش رو اور آسمان سیر کہا ہے۔ بڑی عمر کے لحاظ سے بھی وہ پیر ہے ؛

۷۔ صفای وقت: وقت کی خوبی اور پاکیزگی کو گوہر اور اس کے طالب کو گوہر طلب کہا ہے۔ ایسے لوگ اگر غم کے گرداب (ورطہ) سے بچنا چاہیں تو اُن کے لئے پُرانی شراب سے بھرا ہوا جام کشتی نوح کی طرح

باعث نجات و خلاص ہوگا۔ ایسے مبارک اور نفیس (خجستہ) موسم میں غم سے بچنے کی یہی تدبیر ہے۔ کہ بقطرہ سے لے کر دررآمدہ تک جملہ معترضہ بیانیہ ہے۔ غور کرو کہ شروع سے آخر تک ابر، بارش، موج، سمندر، تلاطم، مدوجزر، طوفان، چار موجہ (گرداب) کا ذکر ہے۔ لہٰذا اصل جملے میں بھی گوہر (جو سمندر سے نکالا جاتا ہے)، کشتی نوح، ورطہ، ہوای موافق (شرطہ) اور سفینے سے کام لیا گیا ہے۔ اس پارے کے آخر تک اسی مراعاۃ النظیر کو استعمال کیا گیا ہے۔

لنگر: سنگین نشین۔ لنگر (ایسا لنگر جو مضبوطی کے ساتھ زمین میں گڑ جائے اور پھر اس کا اُٹھنا مشکل ہو) اور بیکار محض (بادپیما) بادبان کی تلاش اس لئے ہے کہ اب ان دونوں چیزوں کی ضرورت ہی نہ ہوگی؛ کیونکہ موج سبزہ کی بھوں کے ایک اشارے اور حباب شبنم کی آنکھ کے زراسے کرشمے نے مکر و فریب (زرق) کی کشتی (زورق) کو زہد خشک کے پُر فریب ساحل سے ہٹا کر عباس آباد (باغ) کی مہتابی تک پہنچا دیا ہے۔ زہد و پارسائی اب بیکار ہے، عشق و حسن کا دور دورہ ہے؛ بڑے بڑے بنے ہوئے زاہد اس باغ میں پہنچ کر رند بن جاتے ہیں؛

عباس آباد اس باغ کا نام ہے جس کی تعریف و توصیف میں یہ پورا رسالہ لکھا گیا ہے۔ صفی بسجال التائید، وہ کہ جسے تائید (مدد) خداوندی کے ڈول (سجال) صاف کرچکے ہیں؛ اس کے بنانے میں خود اللہ میاں کی

مدد شامل حال رہی ہے ؛

رخت و رکیب : صبر و شکیب اور عقل و ہوش کا تمام سامان اور اسباب (رخت و رکیب ۔ رکیب = رکاب) اس باغ کی اُبلتی چھلکتی لبالب (لب گرداں) نہروں (جداول) کے مگرمچھوں کا نوالہ (طعمہ) ہوگیا، غارت و برباد ہوگیا ۔ ان نہروں کو دیکھ کر آدمی اپنا صبر و ہوش کھو بیٹھتا ہے ؛

مرغابی ...... : یہ پورا مصرع مضاف الیہ ہے، اور زمزمہ اس کا مضاف ہے "طوطیانِ اوراق" (مرکب توصیفِ تشبیہی) "صلا زدند" کا فاعل ہے۔ چنار کے ہرے ہرے پتے زمین (خاک) کے پست ہمت مرغ دل (ضعوہ ہمت) رہنے والوں کو پکار پکار کر بُلا رہے ہیں کہ آؤ اس عالم آب کا تماشا دیکھو! ہر طرف ایک طوفان برپا ہے؛ مرغابی بن کے اس میں تیرو تو پورا لطف اُٹھاؤ گے!

۸ ۔ خامہ ...... : مصنف کا قلم گویا خروس صبح (مرغا) ہے، جو اس غزل کے الفاظ میں نہایت خوش آیند لہجے کے ساتھ اذان (کلبانگ) دے کر نیند کے ماتے دنیا داروں کو صبح تڑکے جگاکر نماز کے لئے کھڑا کر رہا ہے ۔ ایسے پرجوش موسم بہار میں صبوحی (صبح کے وقت کی شراب) نوشی اور بادہ آشام کے سوا نماز کی اور کیا صورت ہو سکتی ہے!

صراحی و قدح: غنچہ صراحی ہے اور گل پیالہ (قدح)۔ برگ، ساز و سامان۔ دوسرے مصرعے میں کھلے ہوئے پھول کی پنکھڑیوں کا خیمہ کیسا خوشنما بنایا ہے!

دلم ......: یہ مصرعہ حافظ شیرازی کے اس مصرعے سے ماخوذ ہے: "دلم ز صومعہ بگرفت و خرقۂ سالوس"

وقت: اس جوانی کے زمانے کو غنیمت سمجھو، کیوں کہ بڑھاپے میں جب فلک کی طرح کمر خم ہو جائے گی تو گل پوشی زیب نہ دے گی! فلکِ پیر ستاروں کے پھول پہنے کھڑا ہے، مگر یہ پھول اسے زیب نہیں دیتے۔

۹ ۔ وضع دوران: زمانے میں زندگی کی اصلی وضع مستی اور رندی ہی ہے۔ یہ پرہیزگار، نام نہاد کے ہوشیار، عجب احمق لوگ ہیں کہ مستی سے بچتے ہیں! غلط: غلطی، خام خیالی۔

بہ گل چینی: ب = برائے؛ گل چینی کی غرض سے، گل چینی کے ارادے سے۔

اس تقریب میں بہار، نوروز، عباس آباد کا ذکر، ان میں سے ہر ایک شناور ہو سکتا ہے۔

۱۰ ۔ تبارک اللہ رب العالمین (اللہ، جہانوں کا رب صاحب برکت

۴۴۔ قرآن : اعراف ۵۴/۷ اور مومن ۶۴/۴۰ ؛ تبارک اللہ احسن الخالقین (قرآن : مومنون ۱۴/۲۳) ۔ فارسی محاورے میں یہ الفاظ عموماً استعجاب اور استغراب کے موقعے پر بولے جاتے ہیں ۔

افضل الاشکال : سب سے اچھی شکل ، یعنی دائرہ ۔ دائرہ کا یہ نام اس لئے ہوا کہ وہ ایک ہی خط کی کشش سے پیدا ہوتا ہے اور اسے زاویہ اور ضلع کی ضرورت نہیں ہوتی ۔

نیل بدنامی : اس مدور حوض کے صاف شفاف پانی میں ایسا کامل حسن ہے کہ اس نے چاند کے چہرے کو نقصان (کمی ، کاستی) کے نیل سے کالا کر دیا ہے ۔ اس کی چمک کے سامنے چاند بھی مات ہے ۔ چاند کے داغ اور اس کے گھٹنے بڑھنے کی عادت کی طرف اشارہ ہے ۔ ماہ تمام : پورا ، چودھویں کا چاند ۔

چشمۂ حیات ۔ چشمۂ حیات اس حوض سے شرما کر ظلمات کی تاریکیوں میں جا چھپا ہے ۔ مبالغہ دیکھو کہ اس حوض کو سلسبیل کا مثیل بتایا ، اور آب حیات کو ایک مٹکے (خم) کے اندر بند کر دیا کہ پڑا ہوا سڑا کرے !

دہقان آفتاب : سورج نے جو روشنی دنیا میں پھیلا رکھی ہے ، وہ اس نے اسی حوض میں سے نکالی ہے ۔ اس نے آسمان کے چکر (دور) کا رہٹ بنایا ، اور برج ثور کے بیل کو اس میں جوت کر زمین کے ڈول

اور عکس کی رسی کے ذریعے اس نے اس مجسم صفائی کے چشمے (زمزم) میں سے روشنی (ضیا) کا پانی کھینچ کے دنیا کے باغ میں ہر طرف پھیلا دیا ہے۔

صورت شگوفہ: شگوفے کا عکس حوض کے لطیف پانی میں پڑ رہا ہے۔ یہ سیپی (صدف) ہے۔ شگوفے پر جو شبنم کے قطرے ہیں، ان کا عکس موتی (لآلی) بن کے نظر آرہا ہے۔ عکس آفتاب (جو پانی کی تہ میں نظر آرہا ہے) انھیں موتیوں کو نکالنے کے لئے آبگینۂ آب سر پر اوڑھے ہوئے (جیسا کہ غوطہ زن لوگوں کی عادت ہے) غوطہ زنی (غواصی) کر رہا ہے۔

انفس و آفاق: عالم ارواح و اجسام۔

۱۱- حکم آبش: یہ قول غالباً اس آیت قرآنی پر مبنی ہے کہ "ہم نے ہر ایک جاندار چیز کو پانی سے بنایا ہے" (انبیاء ۳۰)۔

بدر منیر...: اس موقعے پر، اور اس سے قبل کے دو فقروں کے شروع میں یعنی صوفی صفۂ صفا..... اور روشن دلی مندل نشین ..... سے پہلے "این حوض" محذوف سمجھنا چاہئے۔ ان تین فقروں میں حوض کو بالترتیب صوفی، ایک روشن دل سیانا، اور بدر منیر بنا کے دکھایا ہے۔

اشکال: اہل ہیئت نے ستاروں کو بہت سی شکلوں میں تقسیم کیا ہے۔ ان ہی میں سے وہ ستارے ہیں جو جنوب اور شمال کی طرف واقع ہیں۔ یہاں درختوں کو ان ستاروں سے تشبیہ دی ہے۔

الف : حوض کے چاروں طرف کی عمودی دیوار کو الف کہا ہے۔
حوض گویا ایک آئینہ ہے جس کے گرد ایک چوکھٹا لگا ہے۔

قلعۂ گلاب : دیکھو مقامات کا بیان۔

۱۲ - پرویز : ایران کا ایک بادشاہ۔ دیکھو تلمیحات۔

شمع : یہاں فوارے کو شمع اور حباب کو پروانے سے تشبیہ دی ہے۔

کدام : یہ استفہام، تعجب اور تعظیم کا فائدہ دیتا ہے۔ اُف یہ پانی تھوڑا ہی ہے، پارہ اُبل رہا ہے! نہیں، بلکہ یہ نمازیوں کا نیزہ ہے کہ سورج تک کو چھوڑے دے رہا ہے!

زعکس ..... گل و لالہ کے رنگ کی شوخی کے سامنے شعلہ بھی ہیچ ہے۔

بازد فاعل ہے زدہ کا۔ سلاست : روانی، تیزی اور صفائی سے بہنا۔

۱۳ - تعالی اللہ : اللہ برتر و بالاتر ہے۔ فارسی میں تبارک اللہ کی طرح یہ الفاظ بھی استعجاب اور استغراب کے موقعے پر بولے جاتے ہیں۔
(قرآن : اعراف، ۱۹۰؛ طٰہٰ، ۱۱۴؛ مومنون، ۱۱۶؛ نمل، ۶۳)۔

نیفگندہ اور نیاوردہ کے نفی مل کر اثبات کا فائدہ دیتے ہیں۔

آفتاب شکاری ہے۔ اس نے اپنے ہمہ گیر پرتو کا جال کندھے پر ڈال کے کائنات کے ملک (سواد سیاہی، اور اسی لئے اُسے ہند سے مشابہ کیا ہے!) کے گرد ایک چکر لگایا اور اپنی کرنوں (شعاع) کے جال (شبکہ) میں ان سب مور کے پروں کی طرح کی رنگا رنگ چیزوں کو پھانس لیا۔

صیادِ آفتاب ..... دمیدہ: آفتاب نے دنیا کو روشن کر کے آنکھوں کے سامنے یہ نظارہ پیش کیا، اور خیال کے جادو گر (بوالعجب) نے اُسے دیکھنے والوں کے ذہن اور دماغ میں جما دیا؛ تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ ایسا نظارہ نہ کبھی دیکھا، نہ اس کا حال سنا!

اطلس رومی: (ایک بیش قیمت خوش رنگ ریشمی کپڑا) کا رنگ اس باغ کے خوش رنگ گلنار کے مقابلے میں ماند پڑ گیا ہے۔ مخمل فرنگی خوب سمجھتی تھی کہ اس باغ کے سبزہ زار کا مقابلہ (ہم چشمی) بیکار اور لاحاصل (بے صرف) ہے اس لئے سو گئی، آنکھ چرا کے بھاگ گئی۔ اس باغ کے رنگوں کے سامنے اچھے سے اچھے رنگ کی بھی کوئی ہستی نہیں۔

صبح ..... برخیزد: صبح جب اپنی میٹھی نیند (شکر خواب) سو کے اُٹھتی ہے، تو اُسے نیک شگون سمجھتی ہے کہ اُٹھتے ہی اس باغ کی نسترن کی کیاریوں کی صورت نظر آئے۔ نسترن زارش اور لالہ ستانش

ہیں ش کی ضمیر باغ کی طرف راجع ہے:

چشم گوہر: موتی کی آنکھ اور سیپی کے کان بخوبی دیکھ اور سُن سکتے ہیں، اندھے بہرے نہیں ہیں۔ سرو اتنا اونچا ہے کہ موتی نے بھی اُسے دیکھ لیا، اور پھول اس زور سے ہنستے ہیں کہ سیپی کے کان بھی اُسے سُن سکتے ہیں۔

۱۴۔ سبزہ ..... کبود: سبزہ اور چنبیلی کی نزاکت اس بلا کی ہے کہ سبزہ درختوں کے سائے کے بوجھ سے دب گیا ہے اور چنبیلی کا بدن چاندنی سے چھل چھل کے نیلا پڑ گیا ہے۔

گل ہائے رعنا: بانکے جوان (رعنا) گلاب کی سرخی گویا نوجوان شاخوں (اغصان) کی مہندی سے رنگی ہوئی انگلیاں ہیں۔

عقیق نما: گل ارغوان اتنا سرخ ہے کہ دیکھنے والوں کی نگاہ کا تار عقیق (جو سُرخ رنگ کا ہوتا ہے) کی رگ معلوم ہوتا ہے۔

چمن گردش: چمن میں گھومنے پھرنے والے۔

صبحی ..... شجر: شوخ رنگ (آتشین) گلاب کی ایک ایک پتی انگیٹھی کی چنگاریوں کی طرح چمکتی ہے، اور نسترن کا ایک ایک پھول ایسا نظر آتا ہے جیسے شاخوں کے بیچ میں سے صبح کی سفیدی اور روشنی۔ شاخ و برگ کی سبزی چونکہ سیاہی مائل ہوتی ہے، اس لئے

اسے شب سے تشبیہ دی؛ اور نسترن کو سفیدی کی وجہ سے صبح
کہا۔ عموماً صبح آسمان پہ نمودار ہوتی ہے، مگر یہاں درختوں میں سے
پو پھٹتی ہے!

وسعت فضائی: یہ باغ اتنا وسیع ہے کہ اس کا ایک کنارہ
تو مشرق تک پھیلا ہوا ہے (کہ وہاں کے درختوں نے صبح کو منقش
کر دیا ہے)، اور دوسرا کنارہ مغرب سے جا ملتا ہے، جہاں اس نے
شفق (کی سرخ اطلس) کو دھاری دار بنا دیا ہے!

بنام ایزد: یہ کلمہ تعجب کے اظہار کے لئے، قسم کے لئے
اور نظر بد کے دور رکھنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

"رفعت" کے بعد "نمودہ" محذوف ہے۔ سرو سے ہلال گلے مل رہا
ہے اور چنار کف الخضیب (= رنگین ہتھیلی، گویا مہندی میں رچا ہوا
ہاتھ ہے) ستارے سے ہاتھ ملا رہا ہے۔ چاند اور سرو رعونت میں،
اور چنار اور کف الخضیب بلندی میں ہمسر ہیں، اس لئے معانقہ
اور مصافحہ کر رہے ہیں:

۱۵۔ مسیح آباد: چونکہ اس باغ کی ہوا صحت آور ہے، اس لئے
اسے مسیح آباد کہہ اس صفت کو بتلایا ہے۔ مسیحوں کی بستی ہے، جو ہر وقت
بیماروں کو تندرست کرتے رہتے ہیں:

نفس دمیدن : ظاہر ہے کہ پھونک مارنے سے آگ بھڑکتی ہے. مسیح (ہوا) کے دم سے مردہ دل زندہ ہو جاتے ہیں:

مسواک : شمشاد کی کنگھیاں (شانہ) اور سرد کی مسواکیں بنائی جاتی ہیں. پگڑی (دستار) کو اُدسر (شورہ) زمین اس لئے کہا کہ یہ دستار خشک زاہد کی ہے. اسی تعلق سے بعد میں مسواک کا بھی ذکر ہے. ہوا میں رطوبت اس قدر ہے کہ خشک زاہد کی پگڑی میں جو کنگھی رکھی ہے اُس میں رگ ریشے پیدا ہوتے جا رہے ہیں، اور پانی میں پودوں کو بڑھانے کی طاقت اتنی زیادہ ہے کہ مسواک پھر سے سرد بن جاتی ہے:

سرد اور سفیدار باڑھ کی بیڑیاں پہنے کھڑے ہیں، ورنہ بید مجنون کے عشق میں دیوانے ہو کر آندھی (گردباد) کی طرح جنگل جنگل مارے پھرتے:

کوہ کن آب : پانی کا سر فوارے نے توڑ رکھا ہے، ورنہ وہ نباتات کو دیکھنے کے لئے ایسا دیوانہ ہے کہ بادلوں کے پہاڑ کو بھی چیر کے اوپر نکل جاتا. اس جملے کی تشبیہیں کیسی لطیف اور نادر ہیں:

سیّارہ : مسافروں کا قافلہ. ستاروں (کواکب) قافلے سے تشبیہ دی ہے. داغ، گو لالہ سے جدا نہیں ہے؛ لیکن یہاں اُسے جُدا

تصور کیا ہے ؛

جعفری غنچہ = غنچۂ جعفری ۔ شیارہ ...... کوتاہ کردہ : اس تمام فقرے میں حضرت یوسف کے قصے کی طرف تلمیح ہے، اور وہی تشبیہیں لائی گئی ہیں ۔ دیکھو تلمیحات "یوسف" ؛

۱۴۱۔ سنجاب چونکہ نیلے رنگ کی ہوتی ہے، اس لئے نیلوفر کی ٹوپی سنجاب کی بنادی؛ شاخ میں جو کلیاں ترچھی نکلی ہیں، ان کو عاشق مزاج بانکے جوان (شاخ) کی بانکی ٹوپی (عرق چین داژون) قرار دیا ؛

حسن برشتہ، حسن ملیح، ہلکے سبز رنگ کا ۔ چونکہ ریحان کو نیلی وش کہا ہے اس لئے اُسے سیاہ پوش مجوسی سے تشبیہ دی ہے ۔ فتان، فتنہ بھڑکانے والا، فتنہ باز ؛

خردۂ زعفران : زعفران کے پھول کا زیرہ ۔ زعفران کو ہنسی اور خوشی کا سبب بتایا جاتا ہے ۔ خیال ہے کہ زعفران کے کھیت کو دیکھنے سے طبیعت کو بے حد سرور ہوتا ہے ؛

مست گذارہ : بے طرح مست، سیاہ مست ۔ اسی سیہ مستی کی نسبت سے لالہ کے داغ کو نیل کہا ہے ۔

سراسر روی : عاشق لوگ، اس شوق میں کہ اس باغ کی کیاریوں میں آیا جایا چلا پھرا (سراسر روی) کریں، اپنے معشوقوں کے

کوچوں میں جانا چھوڑ بیٹھے ہیں ؞

سرِ لذت: گل کی صحبت کا لطف حاصل کرنے کے لئے اُس نے معشوق کی صحبت اور ہم نشینی کے مزے اُٹھانے کا خیال ہی ترک کر دیا ہے (از سر برخاستہ) ؞

ریحان: تلسی کا پھول (ریحان) جھکا ہوا ہے؛ اُسے ایک دُلہن سے تشبیہ دی ہے، جس نے حیا سے سر جھکا رکھا ہو۔ اُس کی یہی حیا پیر و جوان کے دلوں کو بے اختیار کئے دیتی ہے سب اُس کے دیدار کے مشتاق ہیں ؞

گریۂ... معشوقان: نرگس پر سے جو شبنم کے قطرے ٹپک رہے ہیں، اُن کو محبوبوں کے بناوٹی (ساختگی) رونے سے تشبیہ دی ہے۔ مگر اس رونے نے عاشقوں کو اتنا بے قرار کر رکھا ہے کہ گویا اُن کے تاب و تواں کا سارا سامان ایک طوفان کی نذر ہو گیا؞

دشنہ در آستین: سوسن کے پتّے کی شکل ایک خنجر (دشنہ) کی سی ہوتی ہے، مگر پھول نیلے رنگ کا ہوتا ہے۔ اس لئے اُسے ایسے عیار اور مکار زاہد و صوفی سے تشبیہ دی ہے، جو ایک صوفیانہ عبا کندھے پر ڈالے اور اپنے خنجر کو آستین میں چھپائے لوگوں کے ہوش و حواس کی جیبیں کترتا پھرتا ہے۔ آستین کی اضافت سببیّہ

ہے۔ دشنہ در آستین ہونے کی غایت کیسی بڑی (عجیب کترنا) ہے ؛

خنجر : بید کا پتّہ (جو خنجر کی شکل کا ہوتا ہے) اس لئے سرخ ہے کہ اُس نے غم و رنج کا خون کیا ہے ؛

دم ریختہ : ریحان نے اپنی کلہاڑی (یا تبر سے - دہرہ) سے اتنی مرتبہ رنج و الم کا سر توڑا ہے کہ اس کی دھار جھڑ گئی ہے (دم ریختہ) ؛

۱۷- گرز : نارون کی کلی کو گرز بتایا ہے جس سے وہ غم کا سر توڑتا ہے۔ اسی طرح چار برگ کو چار آئینہ سے تشبیہ دی ہے جسے سپاہی لوگ حربے کی زد سے محفوظ رہنے کے لئے سینے پر باندھتے ہیں ؛

بس کہ ..... : چنار کا ہاتھ (اُس کا پتّہ جو ہاتھ کی طرح کا ہوتا ہے) اتنا اونچا ہو گیا ہے کہ اُس نے سورج کا ہاتھ مروڑ دیا ہے۔ چنار کی بلندی کا بیان ہے ؛

نرگس مست ..... :- اس شعر میں لف و نشر غیر مرتّب ہے۔ سوسن اور دشنہ کے لئے اوپر کا نوٹ دیکھو ؛

شاخ ریحان ..... : تلسی کے قریب ہی لالہ لگا ہے ؛ تلسی اُس پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ لالہ کے تاج سے فائدہ اُٹھا کر شاعر نے تلسی کو ہما کا پَر قرار دیا ہے۔ اہل ایران کا یہ عقیدہ مشہور ہے

کہ ہما (ایک فرضی پرندہ) کے سایے میں آجانے سے آدمی بادشاہ (تاجدار) ہو جاتا ہے ؛

سپہ سبزہ : بسبزہ بسرش، بسر لالہ ، سبزے کے سپاہی بہت سا زر (یعنی شبنم کے قطرے) لالہ کے سر پر نچھاور کر رہے ہیں، اور گل بھی بے حساب سونا لوٹ کے لایا ہے (زر بسپر کشیدہ) اور بادشاہ (لالہ) کی خدمت میں پیش کر رہا ہے ؛

نسترن : سیوتی سفیدی اور نرمی میں صبح کے بچے سے اور اس پر شبنم کا جو قطرہ پڑا ہے وہ چمک دمک میں صبح کے ستارے سے مشابہ ہے ؛

بوی سنبل : جو شخص اس باغ کے سنبل کی خوشبو سونگھ چکا ہے (شنیدہ)، اس کے لئے بہشتی حور کی زلف کی خوشبو بد دماغی کا باعث (موی دماغ) ہو جاتی ہے ۔ نکہتِ زلفِ حوریں وہ بات کہاں جو اس باغ کی بوی سنبل میں ہے !

قاصرات الطرف : نیچی نگاہوں سے دیکھنے والی (شرمیلی) لڑکیاں (قرآن مجید: الصافات، ۴۸ : الرحمان، ۵۶) اس باغ کے نرگس کو (جو فرط حیا سے نگاہیں نیچی کئے رکھتے ہیں اور دیدہ دلیر نہیں ہیں)، دیکھنے سے قاصرات الطرف کی خوبیوں کا اندازہ ہوتا ہے ؛

خاک این روضہ : اس باغ کی خاک جنت کی ہوا کی طرح طراوت زا اور نکہت فشاں ہے۔ اللہ (اُستادِ بہشت) کا بہترین (آخرین ــ نقاش، نقش ثانی بہتر کشد ز اول) نقش یہ باغ ہے نہ کہ جنت :

نوعروساں ..... بزم سور شد : یہ تینوں شعر قطعہ بند ہیں۔ ان کو ملا کر پڑھنا اور سمجھنا چاہئے۔ نوعروساں (نئی نویلی دُلہنیں) سے حقیقی طور پر دُلہنیں اور مجازی طور پہ باغ کے درخت اور پودے دونوں مراد ہو سکتے ہیں :

غنچۂ بکر : غنچہ نوجوان دوشیزہ (بکر) دُلہن ہے، جو خوشبو (شمیم) کے زیور سے آراستہ ہوکر اپنے دولھا نسیم کے استقبال کے لئے تیار ہے۔ عام عقیدہ ہے کہ نسیم ہی غنچے کے کھلنے کا باعث ہوتی ہے! اس لئے یہاں نسیم کو شوہر قرار دیا ہے۔ اس کے بعد کے شعر میں بلبل کو ان دولھا دلہن کے نکاح کا خطبہ لکھنے والا بتایا ہے! اس کے بعد نثر میں محفل شادی کا بیان آتا ہے :

پیش کاری : اس محفل شادی کا انتظام (پیشکاری) نسیم شمال کے ہاتھ میں ہے، اور وہی دُلہن کو بنانے سنوارنے والی (مشاطہ) بھی ہے :

سفیداب : لالہ (شقائق) دُلھن کے چہرے کے لئے گلگونہ لئے

کھڑا ہے، اور کلی کی پتی سفیداب کی ٹکیا (قرص) لینے کو جا رہی ہے۔
گلگونہ اور سفیداب زنانہ آرائش اور سنگار کی چیزیں ہیں۔

وسمہ: سہ برگہ پھول کا رنگ نیلا ہوتا ہے۔ اس لئے اُسے وسمے سے متعلق کیا ہے: سہ برگہ چولھے (بار) پر دیگچی چڑھائے ہوے دلھن کی بھوؤں پر لگانے کے لئے وسمہ پکا رہا ہے۔ بنفشہ اپنے ہرے ہرے (زمردین) پتوں کی سوئی سے دلھن کے ماتھے پر سیاہ (عنبرین) خط کھینچ رہا ہے۔ ایران اور ترکستان میں دلھن کے چہرے پر سُرمے سے سیاہ خط اور نقطے بنائے جاتے تھے۔

آب از حباب: حباب کو آئینہ قرار دیا ہے۔ پانی آئینہ لئے بیٹھا ہے۔ آئینہ دار، وہ خدمتگار جو سنگار کے وقت آئینہ دکھانے پر مقرر ہوتا ہے۔ سبزہ کھڑا ہوا کنگھی کر رہا ہے، اور پانی بیٹھا ہوا آئینہ دکھا رہا ہے۔ نسترن کی سفیدی کی وجہ سے اُسے بلورین جام سے تشبیہ دی ہے۔

جای مفلسان خالی: نکاح کے بعد چھوہارے اور مصری (نقل و نبات) اور اشرفی، روپیہ (زرِ سرخ و سپید) تقسیم اور نچھاور کیا جاتا ہے۔ اب کوئی مفلس نہیں رہا۔ اس فقرے میں اسی رسم کا بیان ہے۔ یہاں دونوں چیزیں بسیار اور بے شمار ہیں۔

۱۹۔ نغمہ سرای: نکاح کے بعد مبارکباد کے ترانے اور گیت گائے جاتے ہیں۔ قمری اور بلبل (ہزار)، چکاوک اور سارے بہتر کون اس کام کو کرسکتا ہے!

شگرفان گلشن: باغ کے حسین اور خوش رو (شگرفان) پھول اپنی شوخی اور طراری (گرمی) کا، اور درخت اور پودے (بازیگران) اپنے قدو قامت کی رعنائی کا تماشا دکھا رہے ہیں۔ لالہ اور شقائق رنگ اور گلال سے کھیل رہے ہیں اور شوخ و طرار (شنگول) سوسن ناچ رہی ہے:

سینی بازی: اس نظارے میں بازیگروں کے اس تماشے سے استعارہ لیا ہے، جس میں بازیگر ایک تھالی کو پہلے ایک چھڑی کے سرے پر خوب گھماتے اور نچاتے ہیں، پھر اس گھومتی ہوئی تھالی کو ہوا میں اچھال کر دوبارہ اس چھڑی کے سرے پر لے لیتے ہیں اور وہ تھالی بدستور ناچتی رہتی ہے۔ یہاں مصنف نے خطمی کے پھول کو تھالی (سینی) اور شاخ کو چھڑی قرار دیا ہے۔ خطمی کی اس سینی بازی کا نتیجہ یہ قرار دیا ہے کہ اس (تماشے) سے تماش بینوں کے سینوں میں سے رنج و غم کی تپش جاتی رہتی ہے۔ اہل طب کے عقیدے میں بھی یوں ہی ہے کہ خطمی ذات الجنب اور گرم کھانسی کو مفید ہے:

شیشہ باز: اس فقرے میں پانی کو شیشہ باز اور فوارے
کو پانی کا بھرا ہوا قرابہ قرار دے کر شیشہ بازی کے تماشے کا سین
باندھا ہے۔ شیشہ باز پانی کا ایک بھرا ہوا شیشہ (قرابہ) سر پہ رکھ کر
ناچتے ہیں، اور کچھ کچھ وقفے کے بعد ناچتے ناچتے اس قرابے کو کندھے
اور گردن اور بازو پر بھی پھینکتے جاتے ہیں، اور اس کُل حرکت میں
پانی چھلکنے اور گرنے نہیں پاتا۔ پانی کے فوارے کا یہ نظارہ کس
قدر صحیح ہے!

معلّق: پانی کے بلبلے کو چمک اور گولائی کے لحاظ سے چاندی
کے سے غبغب (والے شخص) سے تشبیہ دے کر، اُس کے پاؤں کو دامن
میں لپٹا ہوا (پا بدامن پیچیدہ) دکھا کر گولائی کو اور زیادہ نمایاں کر دیا،
اور پھر اُسے کبوتر کی طرح کلا بازیاں (معلق زدن) کرتے ہوئے
دکھا دیا۔ ایک طرف تو یہ ہو رہا ہے، دوسری طرف درخت (نہال)
انبساط اور مسرت میں (بال افشاں) غنچوں کا لباس پہنے مور کی
طرح ناچ رہے ہیں۔ کلیاں مور کے پروں کے نقش ہیں، اور درختا
کی شاخیں اور اُس کے پتے مور کی دم کی طرح چھنور ہیں:

سبحۂ ہزار دانہ: بید کے درخت کو اس کی گرہوں کی وجہ سے
ہزار دانے کی تسبیح (سبحہ) کہا ہے۔ تعجب (سبحان اللہ!) کا سبب یہ ہے

کہ ایسے ایسے زاہد بھی آج ناچنے گانے میں مصروف ہیں ! حال کے لفظ میں زاہد اور صوفی کی کیفیت کی طرف اشارہ ہے :

ناروں : انار (ناروں) پگڑی باندھے ہوئے (معمم)، آج فوارے کی بانسری (نای) کی آواز پر صوفیوں کی طرح ترنگے اور ترم (مولو) کے ساتھ سر دھن رہے ہیں ۔ شجرہ = درخت : پیروں اور مرشدوں کے سلسلے کا نقشہ ۔ ناروں کو یہاں سید قرار دیا ہے :

سرو آزاد : سرو کا عجیب حال ہے ۔ یا تو وہ بارہ مہینے (چار فصل) عبادت گذار لوگوں (عباد) کی طرح برابر سائے کے مصلّے (سجّادہ) پر کھڑا عبادت کیا کرتا تھا، یا آج یہ رنگ ہے کہ دھنک (قوس قزح) کی رنگ برنگ (الوان) کی کشمیری شال سر پر لئے (یعنی سرو کا قد اتنا بلند ہے !) بانکے نوجوانوں (رعنا سبزان) کی طرح پورے تال سم کے ساتھ ناچنے میں مشغول ہے ۔ آخر آج اس نے ایسی کون سی خوش خبری سنی ہے کہ اس رنگ ڈھنگ میں دکھائی دے رہا ہے!

۱ - ہیہات : افسوس اور حیرت کا کلمہ ہے ۔ مصنف اس سے قبل بید سولہ، ناروں اور سرو کی اس دیوانگی اور غیر حالت پہ تعجب ظاہر کرنے کے بعد اب خود ہی جواب دیتا ہے کہ : تعجب کا مقام تو ضرور ہے ، لیکن خوشی اور سرور (طرب) کی اس وقت اتنی کثرت ہے

کہ خود حیرت بھی (جسے یہاں محیر یعنی حیران کرنے والا کہا ہے) اس قدر سراسیمہ، پریشان اور بد حال ہے کہ بے تال بے سُرا (خارج آہنگ) ہوگئی ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس وقت ہجوم طرب کی وجہ سے سب سرشار اور اپنے حال سے بے حال ہیں ؛

۲۱ ۔ دماغ نسیم ..... : جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے، نوبہار کو بادشاہ قرار دے کر مصنف نے اس کا دربار سجایا ہے اور اس فقرے میں اسے صاحبقران، کام گار، پادشاہ زمان، فرمان فرمای روی زمین (کیوں کہ زمین کی حالت اسی کی وجہ سے سدھرتی ہے)، ظل اللہ... (زمینوں میں خدا کا سایہ، اس لئے کہ زمین کا انتظام اور بندوبست گویا بہار ہی سے وابستہ ہے) قہرمان .... الطین (پانی اور مٹی کا منتظم اور کار فرما، اس بناپر کہ پانی کے برسانے اور بہانے اور سبزے کے پیدا کرنے کے کام اسی کے ہاتھ میں ہے) کے القاب سے یاد کیا ہے۔ نسیم کا دماغ اس لئے معطر (مشکبین نکہت) ہے، اور صبح کے ہونٹوں پر اس سبب سے عید کی سی خوشی چھا رہی ہے کہ یہ بادشاہ اپنی تنہائی کے عالم سے (جہان تجرد، جسے ایک پاک اور بزرگ دنیا اور فرحت کے گھر سے تشبیہ دی ہے) نکل کر اس گلشن میں آکر ٹھہرا ہے (پی مراجعت افگندہ)، اور غنچہ اور گل کا تاج (دیہیم) اور قبا پہن کر گلبن کے

جڑاؤ (مرصع) تخت پر آکر بیٹھا ہے! اس بادشاہ کے انصاف (معدلت) اور اُس کی بزرگی کا شہرہ (صیت) تمام دنیا میں، سارے جہان (گیتی، عالم) میں پھیلا ہوا ہے :-

پیادہ وسوار: سبزے کو پیادہ اور شاخسار کو سوار اس لئے کہا ہے کہ سبزہ زمین پر بچھا ہوتا ہے اور شاخیں اونچی اور کھڑی ہوتی ہیں:-

بساط معدلت: وہ مسند جس پر بادشاہ بیٹھ کر مقدمات سنتا اور انصاف کرتا ہے :-

۴۲: فرش ہای منقش: نسیم نے (جو فرش بچھانے کی خدمت پر ہے: فراش) سبزے اور پھولوں (ریاحین) کو کچھ اس طرح ایک دوسرے سے ملایا (تشابک) اور برابر کر دیا ہے کہ بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ایک ریشمی اور نقش دار فرش بچھا ہوا ہے۔ پھر اس فرش پر رنگ برنگ کی چنبیلی (یاسمن) کے بوٹوں (بوتہ ہا) کی کرسیاں (صندلی ہا) لگائی ہیں --- اور یہ کرسیاں گویا ہاتھی دانت میں پچی کاری (خاتم کاری) کرکے بنائی ہیں :-

جزائر باران ..... استادہ: درخت جن پر سے کلیاں کثرت کی وجہ سے جھڑی پڑتی ہیں (شگوفہ بار) گویا چیتے کی کھال کی پوستین (پلنگینہ) پہنے ہوئے چوبدار (جزائری) بنے کیاری (خیابان) کے بالائے

(کریاس) میں پہرہ (پاس) دے رہے ہیں۔ سوسن، قرقی (اونی) ٹوپی اوڑھے، شہر کے راستے پر بڑے ادب کے ساتھ چوبدار (ریکا) بنی کھڑی ہے۔ چنار، سرو کے عصا ہاتھ میں لئے (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سرو اور چنار کے درخت قریب قریب لگے ہوئے ہیں) اس شاہی محفل کے انتظام کے لئے داروغہ (ایشک آقاسی) بنا ہوا ہے۔ ہر درخت خاص خاص خدمت پر مامور اور اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہے۔

شربت داران : بادل، جو شربت پلانے کی خدمت پر مامور ہیں، سہاگ بھاگ کے ستارے اور سورج کے نقل اور مصری لاتے لاتے، محنت و مشقت کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو گئے ہیں (در عرق افتادہ)۔

توش مالان : کھانے کا بندوبست کرنے والے (توشمال خاص الخاص) خوشی کی طرح طرح کی نعمتیں (کھانے) چن رہے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے زعفرانی رنگ (زعفر) کے جعفری (کے پھول) دور اور پاس سب جگہ کے لوگوں کے لئے دسترخوان (مائدہ) پر لگا دیئے ہیں۔

ساقیان ....آب : پانی ساقی کا کام کر رہا ہے، اور

فوارے کے قرابے اور بلبلے کے پیالے میں شگفتگی کی شراب بھر بھر کر اس بزم شاہی کے سب چھوٹے بڑوں کو پلا رہا ہے :

نسقچیان... دونیمش کنند : نباتات کی بالیدگی کی تمام قوتیں (قوای نامیہ) منتظم (نسقچی) ہیں ۔ یہ لوگ دھنک کی کمان (جس میں نہر کا تسمہ اور سرو کا تیر لگا ہے) ہاتھ میں لئے تیار کھڑے ہیں کہ اگر کوئی ستارہ اس محفل کو ذرا بھی کڑے تیوروں سے دیکھے (خیرہ نگرد) تو اس کی آنکھ پھوڑ دے ۔ اسی طرح چنار (جو بلندی میں آسمان سے باتیں کرتا ہے!) کہکشاں کی تیز اور چمکدار تلوار لئے ہوئے تیار ہے کہ اگر آسمان (اپنی عادت کے مطابق) ذرا بھی ٹیڑھی چال چلنے کی ہمت کرے تو اُسے کاٹ کے دو ٹکڑے کر دے ۔ اللہ رے بندوبست!

اعیان تخت گاہ ..... درگذرانیدہ : یہ سب ایک فقرہ ہے ۔ اعیان...چمن اور وضیع .... گلشن فاعل ہیں، اور استادہ، رسانیدہ، درگذرانیدہ (جو بالترتیب ان تینوں جملوں کے آخر میں آئے ہیں) ان کے فعل ہیں :

۲۳ ۔ ارباب عمائم : نارون، صنوبر، بید مجنون، بید سرخ، صد برگ، شمشاد، بنفشہ، سنبل، لالہ، ریحان، سمر برگ سب درخت، پودے اور پھول ہیں جن کو یہاں شکل، حالت اور فعل کے لحاظ سے مختلف

اشخاص سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ناروَن (انار) شکل میں عمامہ والوں سے مشابہ ہے۔ صنوبر کو صاحب دل اس لئے کہا ہے کہ اس کا پھل دل کی شکل کا ہوتا ہے۔ بیدِ مجنون کی شاخیں الگ الگ اور پریشان ہوتی ہیں، اس لئے اسے مجذوب سالک کہا ہے۔ بیدِ سرخ سے قلم بنائے جاتے ہیں، اس لئے اسے منشی اور دبیر (قلم زن) بتایا ہے۔ صد برگ پھول کو اس کی خوبی اور لطافت کی وجہ سے صاحب عدالت (دیوان گر) قرار دیا ہے۔ شمشاد کے قد کی رعنائی، بنفشہ اور سنبل کی مرغولہ موئی ظاہر ہے۔ لالہ اور ریحان معمولی پھول ہیں، عموماً خود رو ہوتے ہیں اور ان کی خوشبو ہر جگہ پھیلی رہتی ہے، اس سبب سے انھیں بازاری کہا، اور سبزے اور تیتنیا کو رعایا سے تشبیہ دی کیوں کہ یہ چیزیں چمن کے کونے کونے میں نظر آتی ہیں۔ مختصر یہ کہ یہ سب لوگ اپنے آقای نعمت نوبہار کا ورشن کرنے کے لئے چمن میں آئے ہیں۔ نوبہار بادشاہ ہے، اور نفس نباتی اس کا وزیر ہے، جو شاہی حکم کے مطابق نشو و نما کی مملکت کا انتظام کرتا ہے:

بند تھا ..... کلاہ سے پہلے انتہا ہجوم کا حال معلوم ہوتا ہے:

وزیر اعظم: یعنی نفس نباتی، کے انتظام اور بندوبست (رتق و فتق کی تفصیل کی جا رہی ہے۔ بادلوں کا آنا (غیم) اور کھل جانا (صحو)، شگوفوں کا کھل کر (حل) پھول بن جانا اور تندرست پھولوں کا لگنا (عقد)

پانی کا برس کر زمین کے اندر داخل ہونا (مداخل) اور اس کے اثر سے پھولوں (ازہار) کا نکلنا (مخارج)؛ ہر قسم کی زمین کا، خواہ وہ آباد اور جوتی ہوئی (مرزا) ہو خواہ بن جُتی (بوم) ہو، ہر لحاظ سے درست رکھنا؛ اور کسانوں (دہاقین) کے کام کی ترقی — یہ سب فرائض وزیر نے بڑی خوبی سے انجام دئے ہیں۔ مراد یہ کہ نفس نباتی کی برکت سے ہر طرف سبزی اور رونق ہے؛ زمین ہر طرح شاداب اور آباد ہے۔

نہال: خوش و خرم، کامیاب؛ درخت، پودا۔ مغز داران خستہ دل: وہ بیج اور گٹھلیاں جن کے اندر گری ہوتی ہے — ان کو خوش اور کامیاب کر دیا، اور درخت بنا دیا۔

پا در گل: مٹی کے اندر جو بیج دبے ہوئے پڑے تھے اور خاک میں روندے جا رہے تھے ان کو خاک سے اٹھا کر بلند اور معزز کر دیا۔

ضعفاء ..... و اقویاء: سبزے کو ضعیف اور عاجز لوگوں سے اور شاخسار کو مضبوط اور سر بلند لوگوں سے تشبیہ دی ہے۔

آشنا و بیگانہ: نفس نباتی اور نشو و نما کے تعلق سے تر اور ہری بھری چیزوں کو آشنا اور خشک و بے آب کو بیگانہ کہنا کس قدر صحیح اور پر معنی ہے۔

طوق بشری : وزیر کے یہ سب کام اور کمالات ایسے ہیں
کہ انسان کی طاقت سے باہر ہیں ؛

۲۴۔ہمگنان : جو حالت اور کیفیت اوپر بیان ہوئی، اس کے ہوتے ہوئے ظاہر ہے کہ سب کے سب خسرو نوبہار اور اس کی سلطنت کے لئے ہمیشگی (دوام، خلود) کی دعا مانگیں گے۔ فاختہ اور قمری جیسے فصیح اور بلبل اور ہزار جیسے خطیب اس بادشاہ کی جتنی بھی تعریف کریں کم ہے ؛

گنج افشانی : بادل (سحاب) خسرو نوبہار کا خزانچی ہے، اور اس خدمت پر مامور ہے کہ وہ قصیدہ خوانوں کو انعام دیا کرے ؛

زاہد خشک خامہ : قلم کو زاہد خشک اس سبب کہا ہے کہ لکھنے کے عمل سے پہلے وہ خشک ہوتا ہے اور ایک طرف قلمدان میں پڑا رہتا ہے۔ اس ہنگامہ آرائی سے قلم بھی اس قدر متاثر ہوا کہ وہ بھی تر زبان ہو گیا اور ساقی نامہ لکھنے لگا !

بیا ساقی : قاعدے کے مطابق ساقی سے خطاب کیا ہے۔ کل ساقی نامہ عشق مجازی کے رنگ میں ہے۔ ساقی سے شراب طلب کی جارہی ہے۔ لیکن جائز ہو سکتا ہے کہ یہاں ساقی سے ساقی حقیقی کے معنی میں اللہ سے مراد لی جائے، کیونکہ لالہ کو کھلانا اور رنگ و بو دینا، ژالہ کو صاف

کرنا، اور کلیوں کو کھلانا سب اللہ کے کام ہیں ؛

سبز: ہرا بھرا، تروتازہ، اس صفت کی رعایت سے پایندگی (پائداری، ہمیشگی) کو خضر، یعنی راہ نما، سے منسوب کیا ہے ؛

ستارہ......: اس سے معلوم ہوا کہ گل میں نشو و نما اور بالیدگی اس بلا کی ہے کہ وہ بلند ہوکر آسمان تک پہنچ گیا ہے!

ازان مَی.....انگیختی: یہ ازان مَی، پھر پانچویں اور ساتویں بیت میں ہمان می اور ازان می، یہ سب گیارھویں بیت کے "بہ من دہ" سے متعلق ہیں: اے ساقی تجھے ایسی شراب دے جو ایسی اور ایسی ہے۔

بہ آن آتش: شراب رنگ میں آگ اور بہنے میں پانی کی طرح ہے۔ اسی لئے بلبل کا دل اس میں بھُن کر کباب ہوگیا۔ وہ آتش ہونے کے لحاظ سے لالہ افروزی اور آب کی حیثیت سے ژالہ کی رو شوئی کرتی ہے ؛

شلائین: شوخ، عاشق، مفتون، گرویدہ، ریحان دیوانہ وار اس شراب پر عاشق ہے۔ ریحان گہرے رنگ کا ہوتا ہے، اور عموماً اسے سفالی گملے میں لگایا جاتا ہے اس لئے اسے شراب کے جام سفالین کا سیہ مست عاشق کہا ہے ؛

۲۵ ۔ ریزد.....تن: تن کو ناک سے اور خندہ کو گل سے

تشبیہ دی ہے ۔ یہ شراب تن پہ گرتی ہے تو خندہ اُگتا ہے ۔ مراد یہ ہے کہ یہ ایسی فرحت انگیز اور اس قدر نشاط افزا ہے کہ اس کے پینے سے آدمی خوش ہوکر ہنسنے لگتا ہے ؛

نوکِ خار : یعنی روحانی اور جسمانی تکلیفیں اور صدمے ۔ اس شراب کے پینے سے بصیرت حاصل ہوتی ہے ؛

بہ ہر رشحہ : اس شراب کے ہر قطرے کے ٹپکنے (رشحہ) سے اس قدر کشائش اور فراخ حوصلگی (فتوح) پیدا ہوتی ہے کہ مردہ بدن میں جان آجاتی ہے ؛

اگر بلبلی : عاشق (طالب می) کو بلبل، شراب کو گل، اور ساقی (معشوق) کے ہاتھ (ساعد، کلائی) کو شاخ گل قرار دیا ہے۔ اے ساقی؛ اگر مجھے تیرے ہاتھ سے شراب مل جائے تو آخر اس میں کیا قباحت ہے ؛

ای گل : ساقی کو گل کہا اور اپنے آپ کو بلبل ۔ شراب کی طلب میں اصرار کیا ہے ؛

عجب تشنہ ام : میں سخت پیاسا ہوں بشراب دے" بار بار (مکرر) دے ۔ لفظ چو کے ذریعے ضمناً آنکھوں کو ساغر سے تشبیہ دی ہے ؛

خورشید و ماہ : شراب کو خورشید سے اور ساغر کو ماہ

سے تشبیہ دی ہے۔ یا یہ کہ خورشید اور ماہ دونوں ساغر ہیں: جس طرح چاند اور سورج ممدوح کی یاد میں اور اس کی صحت و اقبال کی دعا میں اپنے اپنے ساغر میں شراب پی رہے ہیں، اسی طرح میں بھی پیوں۔ ابرو دو ہیں، ساغر بھی دو ہیں۔ اس لئے مے نوشی بھی مکرر ہونی چاہئے:

فرہنگ

آ

آب دندان : وہ میوہ جس کے کھانے سے دانتوں کو تکلیف نہ ہو؛ ایک طرح کی مٹھائی ۔ مغلوب، عاجز، دبا ہوا ۔ بتان آب دندان ، ایسے معشوق جو مطیع اور فرماں بردار ہوں ⁘

آبگینہ بر سر کشیدن : آئینہ ، شیشہ سر پہ رکھنا ۔ پانی میں غوطہ لگانے والے سر اور چہرے کی حفاظت کے لئے کوئی چیز سر پہ اوڑھ لیتے ہیں ۔ اس عمل کو آبگینہ بر سر کشیدن کہتے ہیں ⁘

آثار : اثر کی جمع ، نشان ؛ حضرت رسول عربی صلعم کی سنت ، حدیث ⁘

آخرین نقش : آخری ، سب سے بعد کا بنایا ہوا نقش ۔ کہا جاتا ہے کہ "نقاش نقش ثانی بہتر کشد ز اوّل" ؛ اس لئے سب سے آخری نقش بہترین نقش ہوگا ۔ عمدہ ، نفیس ، بے نظیر چیز ⁘

آذر: (ذ مفتوح) پارسی جنتری کے نویں مہینے کا نام، اور اس مہینے کے نویں دن کا نام؛ پوس کا مہینہ. ابر آذری، وہ ابر جو موسم بہار کے آغاز میں آئے اور برسے ؛

آل: اہل و عیال، خاندان، گھرانا، اولاد؛ لال، سرخ، سرخ رنگ ؛

آہنگ: (ہ مفتوح) ارادہ، قصد؛ آواز، الاپ؛ قاعدہ، طرز، طور، طریقہ ؛

آئینہ دار: وہ شخص جو چہرے کے سامنے (دیکھنے کے لئے) آئینہ رکھے، خدمتگار، آئینہ نما؛ حجام، سرتراش ؛

ا

ابریشم (الف مفتوح، ر مکسور) ریشم، ریشم کا تار؛ ساز (باجے) کا تار ؛

ارتیاب: (ت مکسور) شک میں پڑجانا؛ کسی پر تہمت دھرنا ؛

اردی بہشت: (الف مضموم) پارسی جنتری میں ایک مہینے کا نام؛ ہر مہینے کے تیسرے دن کا نام چونکہ یہ مہینہ فصل بہار کے درمیان میں آتا ہے، اس لئے اس سے عموماً بہار کا موسم مفہوم ہوتا ہے ؛

ارکان: رکن کی جمع ستون؛ رکن: کسی چیز کا مضبوط اور قوی حصہ؛ اہم، بڑا کام؛ وہ کہ جس پر کسی اور چیز کی تقویت منحصر ہو ؛

ارکان اربعہ: چار ارکان، طب کی اصطلاح میں: خاک، باد، آب اور آتش؛ فقہ کی اصطلاح میں: صلواۃ، زکوٰۃ، صوم اور حج ؛

از جا در آمدن : تند، سخت، تیز ہو جانا ؛

از خاک برداشتن : کسی کا مرتبہ بلند کر دینا، کسی پر نوازش کرنا، کسی کو معزز بنا دینا ؛

ازہار : زہر (ز مفتوح) کی جمع : کلیاں، پھول ؛

اسراف : (الف مکسور) ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا، فضول خرچی ؛ بات کرنے میں حد سے بڑھ جانا؛ کسی کام میں مبالغہ کرنا ؛

اشتباک : ایک دوسرے سے (بیں) مل جانا، آپس میں ملا ہوا ہونا، مخلوط ہونا۔ تشابک کے بھی یہی معنی ہیں ؛

اشرف : مازندران کے علاقے میں ایک قصبہ ہے ؛

اشعہ : (الف مفتوح، ش مکسور، ع مشدد مفتوح) شعاع کی جمع : روشنی، نور کی کرنیں؛ سورج، چاند وغیرہ کی کرنیں ؛

اشکال شمالی و جنوبی : ستاروں کے مجموعوں کی وہ شکلیں، جو منطقۃ البروج کی شمالی اور جنوبی سمت کے حصّوں میں واقع ہیں ؛

اصول : اصل کی جمع : جڑ۔ موسیقی کی اصطلاح میں بتال ؛

اطباق : طبق (متحرک) کی جمع : پردہ ؛ کئی سطحوں میں سے ایک سطح ؛ طباق جس میں رکھ کر کھانا کھایا جاتا ہے : مطابقت رکھنے والا۔ برابر کا، مساوی ؛

اعتبار: نصیحت پکڑنا، حاصل کرنا؛ عبرت حاصل کرنا کسی چیز کی اچھی طرح حفاظت کرنا۔

اعتدال: درمیانی درجہ، قد، حیثیت، انداز، مقدار کا ہونا؛ آب و ہوا کا نہ بہت سرد ہونا نہ بہت گرم، گرمی سردی کا برابر ہونا؛ ہوا کا زیادہ تیز اور بالکل دھیما نہ ہونا؛ دن اور رات کا برابر ہونا۔

اُعجُوبہ: عجیب چیز، کام، بات؛ اعجوبہ نما: شعبدہ باز؛ جادو کے کھیل دکھانے، کرتب کرنے والا؛ عجیب کرتب کرنے والا۔

اغصان: غصن (غ مضموم) کی جمع: شاخ (درخت کی)۔

اُفق: (الف ف مضموم) (آفاق جمع) آسمان کا ظاہری گول گول کنارہ، جہاں پہنچ کر زمین ختم ہوتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

امطار: مطر (متحرک) کی جمع: بارش، بارش کا پانی، پانی کا برسنا۔

امکان: (الف مکسور) ممکن ہونا، حاصل ہوسکنا؛ کسی کام کی طاقت ہونا، رکھنا؛ طاقت، قدرت۔

انشا: کسی چیز کو پیدا کرنا، شروع کرنا، نئے سرے سے بنانا، صورت میں لانا۔

انگشت: (الف مفتوح، ک مکسور) کوئلا۔ انگشت افسردہ: بجھا ہوا کوئلا۔

انگشت نما: وہ شخص، چیز جس کو انگلی سے دکھایا جائے؛ مشہور شخص، چیز۔

اہتزاز (الف ت مکسور) ہلنا ، جھومنا (خوشی میں) ؛ سرور، خوشی ، نشاط؛

ایاغ : (الف مفتوح) جام ، پیالہ ؛

ایشک اقاسی : (الف ش مفتوح، الف مفتوح) دیوان خانے کا داروغہ، وہ شخص جس کے سپرد دیوان خانے کا انتظام ہو ؛

ب

بادہ پیمائی : شراب پینا ، پلانا ؛

بار : بوجھ ، پھل ، بزرگ ، بڑا : کام ، عمل ؛ اکٹھا ہونے، جمع ہونے کی جگہ؛ دخل ؛ اجازت (خدا کا نام) خدا ؛ باری ؛ مرتبہ ؛ دفعہ؛ چولھا ، دیگ دان ؛ غم ، فکر ، رنج ؛ درخت کی شاخ ؛

باربگی : باربک ، باربیگ ، ناظر ، داروغہ ، بادشاہوں اور امیروں کے درباروں اور محلوں کے دروازوں پر تعینات رہنے والا ، جس کا کام یہ تھا کہ وہ حاجت مند ، سائل یا زائر کو بادشاہ یا امیر کے حضور میں پہنچائے ؛ عاشق نظر باز ؛

باصرہ : (ص مکسور) دیکھنے کی قوت ، بینائی کی طاقت ، بینائی ؛

باغچۂ سلیمانی : مثل کے طور پر حضرت سلیمان کا باغیچہ ؛ وہ فرضی باغ ، جو شعبدہ باز لوگ نظر بندی کے کرتب سے لوگوں کو دکھایا کرتے ہیں . نہایت عجیب و غریب باغ ؛

بال: پر۔ بال افشاں رفتن: اکڑکر، ناز کے ساتھ چلنا: خوشی سے جھومتے ہوئے چلنا:۔

بالغ نظر: غور سے دیکھنے والا: وہ جس کی نظر دور تک پہنچے: بہت عقل مند، ذہین، فہیم:۔

بخور: (ب خ مضموم) وہ خوشبو چیزیں اور مسالے (مثلاً عود، لوبان، صندل، عنبر وغیرہ) جن کو آگ میں جلاکر یا آگ پر چھڑک کر دھونی سے خوشبو پھیلاتے ہیں: مصدری معنی میں: خوشبو دینا، پھیلانا:۔

برایا: (ب مفتوح) بریّہ کی جمع: خلق، مخلوقات: آدمی، لوگ باگ:۔

برشتہ: لفظی معنی: بُھنا ہوا۔ مجازاً: حسن برشتہ، نہایت مرغوب اور دلکش حسن، بہت خوب صورت اور حسین:۔

برگ و نوا: سازو سامان، ضروری سامان، زندگی بسر کرنے کے ذریعے اور سامان:۔

بُستان (بوستان) افروز: لفظی معنی: باغ کو روشن کرنے، چمکانے والا۔ مجازاً: تاج خروس، مُرغ کیس: بعض وقت نرگس پھول کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے:۔

بکر: دوشیزہ، کنواری لڑکی۔ مجازاً اچھوتی اور نازک چیز کے لئے یا ایسے کام کے لئے جو پہلے کبھی نہ ہوا ہو استعمال ہوتا ہے: مثلاً سخنِ بکر

ایسی بات جو پہلے کسی نے نہ کہی ہو؛ غنچۂ بکر، وہ کلی جسے صبا اور نسیم نے بھی نہ چھوا ہو؛ بوسۂ بکر، سب سے پہلا بوسہ؛ بادۂ بکر، وہ شراب جو اب تک نہ پی گئی ہو۔ اسی طرح ضربتِ بکر اُس چوٹ کو کہتے ہیں جس سے کاری زخم آئے؛ اور بکرِ مشاطۂ خزاں کنایہ ہے شراب کے ایسے خُم سے جو بالکل تازہ تازہ کھولا گیا ہو:۔

بو العجب: (عربی ابو العجب، عجیب بات کا باپ) بازی گر، جادوگر، وہ شخص جو عجیب عجیب قسم کے کرتب اور تماشے دکھائے۔ عربی زبان میں اس معنی کے علاوہ ابو العجب تقدیر اور قسمت کی کُنیّت بھی ہے:۔

بوتہ: (۱) بوٹا، پودا، چھوٹا سا درخت۔ (۲) کٹھالی، جس میں سُنار سونا چاندی گلاتا ہے:۔

بہار: (۱) موسم کا نام ہے۔ (۲) ایک زرد رنگ کے پھول کا نام ہے۔ (۳) ہر درخت کے پھول اور کلی کو (خاص کر نارنگی کے) بھی بہار کہتے ہیں:۔

بید مجنون: بید کے درخت کی ایک قسم ہے چونکہ اس کی شاخیں بہت الگ الگ اور بکھری ہوئی سی ہوتی ہیں اس لئے اُسے مجنون عامری کی پریشان حالی سے مشابہ کرکے بید مجنون کہتے ہیں:۔

بید مولہ: بید مجنون:۔

بیستون: دیکھو تلمیحات ؛

پ

پاس: روز و شب کا ایک حصہ، پہر؛ رعایت، لحاظ؛ نگاہ داشت، نگرانی ؛

پردۂ خیال: وہ پردہ جس کے پیچھے سے جادوگر اور شعبدہ باز لوگ طرح طرح کے تماشے دکھاتے ہیں ؛

پردۂ زنبوری: پردہ، چلمن، چق، ایک باریک کپڑے کا پردہ، جو اس خیال سے دروازے پر لٹکایا جاتا ہے کہ مکھیاں اندر نہ آسکیں اور روشنی بھی کم نہ ہو؛ بر قعے کی جالی؛ ایک قسم کا باریک سے کپڑے کا بنا ہوا خیمہ جس میں بیٹھ کر امیر لوگ کھانا کھاتے ہیں ؛

پلنگینہ: چیتے یا تیندوے کی کھال کی بنی ہوئی پوستین، جسے فقیر اور سپاہی لوگ پہنا کرتے تھے ؛

پیادہ و سوار: (۱) پیدل چلنے والا اور سوار ہو کر چلنے والا۔ (۲) پیادہ، وہ بوٹا یا پودا جس کے پتے جھڑے ہوئے ہوں مگر پھول لگے ہوئے ہوں؛ تمام جنگلی پھول۔ اسی طرح بے ہنر کو پیادہ اور ہنرمند کو سوار کہتے ہیں۔ اگر سرو کو پیادہ اور سوار کہا جائے تو اس کے چھوٹے اور لمبے ہونے سے مراد ہوتی ہے؛ بید پیادہ، بید کی ایک قسم ہے ؛

پیش گاہ: گھر کا صحن، پیش طاق: مسجد کے محراب اور ایوان کے سامنے کا بڑا فرش یا صحن۔

(ت)

تراکم (ت مفتوح، ک مضموم) تہ بہ تہ ہونا: اکٹھا ہو کر بیٹھنا، ایک جگہ جمع ہونا۔
ترانہ: راگ کی ایک قسم ہے: خوش طبعی۔
تطبیق: ایک چیز کو دوسری چیز سے بالکل مطابق کر دینا: گھوڑے کی وہ چال جس میں وہ پچھلا پاؤں کو اپنے اگلے پاؤں کے سُموں کے نشان پر رکھتا ہے؛ تلوار کی کاری اور تیز کاٹ: بارش کے پانی کا ساری زمین پر پھیل جانا۔
تلاطم: (ط مضموم) ایک دوسرے کے تھپیڑ مارنا: دریا یا سمندر کی لہروں کا زور شور۔
تماثیل: (جمع تمثیل کی) تصویریں، نقش و نگار۔
تُوشک مال۔ (ت مضموم) خوان سالار، بادشاہ کا خاص خادم۔
تہلیل: (ت مفتوح) لا الٰہ الا اللہ کہنا، اس کلمے کا ورد کرنا، اسے بار بار دُہرانا۔

(ج)

جرگہ: آدمیوں (یا جانوروں) کی ایک جماعت، حلقہ، دائرہ، جتھا، گروہ۔

اکھاڑا، جہاں آدمیوں کا مجمع ہو ؛

جعفری : صدبرگ پھول کی ایک قسم ؛

جلو خانہ : وہ خاص مکان جو شاہی محل کے متصل ہوتا ہے اور جس میں شاہی خُدّام اور چوبدار وغیرہ رہتے ہیں ؛

جِنان (ج مکسور) جنت کی جمع ہے ، باغ ، جنت ؛

جیب : (ج مفتوح) کُرتے کا گریبان ؛ دل ، سینہ ؛

چ

چار آئینہ : ایک ہتھیار جو لڑائی میں تلوار اور نیزے کی چوٹ سے بچنے کے لئے سینے اور پیٹھ پر باندھا جاتا ہے ، اس میں چمکدار فولاد کی چھوٹی چھوٹی چادریں ہوتی ہیں جن کو فولادی کڑیوں کے ذریعے سے ملا دیا جاتا ہے ۔ دو چادریں آگے سینے پر رہتی ہیں اور دو پشت پر ؛

چار برگ : ایک قسم کا پھول ، جس میں چار پنکھڑیاں ہوتی ہیں ؛

چار رنگی : چار قسم کا پھول ؛ طرح طرح کے ، ہر قسم کے پھول ؛

چاہ سیماب : پارے کا کنواں ۔ اس کے متعلق عام طور پر یہ روایت مشہور ہے کہ پارے کی کان میں سے پارہ اس طرح نکالا جاتا ہے کہ اس گڑھے کے کنارے پر ایک حسین لڑکی کو لے جا کر کھڑا کر دیتے ہیں جس کے بدن پر بہت سا سونے کا زیور ہوتا ہے ۔ چونکہ پارے

کو سونے اور حسن کی طرف کشش ہوتی ہے، اس لئے وہ ایک دم سے اُبل کر باہر آجاتا ہے۔ اس کے باہر آتے ہی لڑکی کو وہاں سے ہٹا کر الگ کر دیا جاتا ہے۔ لڑکی کے ہٹتے ہی پارہ پھر گڑھے میں واپس چلا جاتا ہے۔ پارہ اُبل کر اردگرد کے چھوٹے چھوٹے گڑھوں میں بھر جاتا ہے، اُسی کو لوگ جمع کر لیتے ہیں اور کام میں لاتے ہیں۔ ہمارے مصنف نے آفتاب کو سونے (طلا) سے اور حوض کے پانی کو پارے سے تشبیہ دی ہے، اور اس طرح ان دونوں کے مابین ایک کشش ثابت کی ہے ؛

چراغ افروختن : چراغ جلانا ؛ دولت مند یا حاکم ہو جانا ؛

چرخِ دور : اس میں تشبیہی اضافت ہے ؛ مراد ہے رہٹ کے چلنے اور گھومنے سے، یا آسمان کے گھومنے سے ؛

چقماق : چک مک پتھر، یا وہ لوہے کا ٹکڑا، جس سے پرانے زمانے میں آگ نکالی اور بنائی جاتی تھی۔ ایک قسم کی بندوق جس میں فلیتے کی جگہ چقماق لگایا جاتا تھا ؛

چکاوک : (۱) ایک پرندے کا نام ہے، جو معمولی گھریلو چڑیا سے ذرا بڑا ہوتا ہے اور خوش آوازی سے چہچہاتا ہے۔ سرخاب کو بھی چکاوک کہتے ہیں۔ (۲) فنِ موسیقی میں ایک گت کا نام ہے ؛

جیرہ: (۱) زبردست، غالب، قبضہ پانے والا۔ (۲) پگڑی، دستار :

ح

حجلہ: (ح مضموم) حجرہ، کوٹھری، کمرہ۔ حجلہ بندی: کمرے کو سجانا، سنوارنا، آراستہ کرنا :

حدیث فرشتہ: فرشتے کی کہی ہوئی بات، یعنی الہام، وحی؛ ہاتف کی آواز، اکاش بانی :

حریف: (ح مفتوح) ساتھی، ہم پیشہ، ہم کار، ہم مشرب؛ مد مقابل، دشمن :

حصار: (ح مکسور) دیوار، قلعے (یا شہر) کی دیوار :

حقّہ باز: (حقہ: ڈبیا، ڈبّا) ڈبّوں سے کھیلنے والا، بھان متی، بازی گر؛ شعبدہ باز، جو ڈبوں اور ڈبیوں میں گولیاں (یا اور چیزیں) بند کرکے غائب کر دیتا ہے یا ایک ڈبے کی چیز کو دوسرے میں سے نکال کے دکھاتا ہے :

حلقہ: زنجیر، زنجیر کی ایک کڑی :

حور: عربی اَحور (مذکر) اور حوراء (مؤنث) کی جمع ہے، سیاہ یا سفید اور بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں والے مرد یا ایسی عورتیں۔ فارسی محاورے میں یہ لفظ واحد کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ مجازی

اور اصطلاحی طور پر بہشت کی عورتوں کے معنی میں آتا ہے، مگر عموماً اس سے ایک حسین اور خوبصورت عورت مراد لی جاتی ہے، یعنی بہشتی عورت کی طرح کی حسینہ اور جمیلہ:۔

حوضہ: ایک حوض۔ اس لفظ کے آخر میں ۃ (ہ) وحدت کا فائدہ دیتی ہے۔ اسی طرح روض اور روضہ، اور شجر اور شجرہ بھی (عربی میں) استعمال ہوتے ہیں:۔

خ

خاتم کاری: ہاتھی دانت پر نقش و نگار کرنا اور گل کاری کرنا، گل کاری، مینا کاری:۔

خاج شوران: (خاج: چلیپا، صلیب)؛ عیسائیوں کا ایک تیوہار جس میں وہ اپنی صلیبوں کو دھوتے ہیں اور جشن مناتے ہیں:۔

خارج آہنگ: وہ شخص جو موسیقی کے اصول اور قواعد کے مطابق گا اور بجا نہ سکے، یا ساز کی آواز کے ساتھ نہ گا سکے؛ بے تالا، بے سُرا:۔

خدنگ: ایک درخت کا نام ہے جس کی لکڑی بہت سخت اور مضبوط ہوتی ہے۔ چونکہ اس لکڑی سے تیر اور نیزے بنائے جاتے ہیں، اس لئے مجازی طور پر تیر کو بھی خدنگ کہتے ہیں:۔

خرگاہ: (لفظی معنی: بڑی جگہ) شاہی محل، ایوان؛ بڑا سا صحن؛

دربار کا دالان؛ شاہی خیمہ، خیمہ؛ چاند کا ہالہ؛ (کنایہ کے طور پر)

خطِ خوباں، اور پہلا آسمان ؛

خروسِ عرش: عرش کا مرغا۔ ایک روایت مشہور ہے کہ عرش کے نیچے ایک بڑا سا مرغا رہتا ہے، اور صبح کے وقت جب وہ اذان دیتا ہے تو دنیا کے سب مرغے بولتے اور اذان دیتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ایسے وقت میں دعا کی جائے تو ضرور قبول ہوتی ہے ؛

خستہ: (۱) خراب، زخمی، شکستہ۔ (۲) کھجور، شفتالو وغیرہ کی گٹھلی۔ اس معنی کے اعتبار سے گٹھلی والے پھل کو خستہ دل کہتے ہیں ؛

خضراء: (خ مفتوح) سبزہ، ہری ہری گھاس؛ آسمان؛ ایسی فوج جس کے سپاہی سر سے پاؤں تک پوری طرح مسلح، گویا لوہے کے ہتھیاروں میں غرق، ہوں ؛

خلود: (خ مضموم) رہنا، ہمیشہ زندہ رہنا، حیاتِ ابدی ؛

خمار: (خ مفتوح، م مشدد) شراب (خمر) بنانے اور بیچنے والا ؛

خوی: (واو معدولہ) پسینہ؛ (واو معروف) خصلت، طبیعت، مزاج، عادت ؛

خیرہ: (خ مکسور، مشروح) بے حیا، سرکش؛ چوندھیانا، چکا چوند ہو جانا؛ بہت حیران ہونا ؛

د

دائرہ: گول چکر؛ موسیقی کا ایک ساز؛ وہ گھر یا احاطہ جہاں فقرا اور مشائخ لوگ رہتے ہیں۔

درگرفتن: اثر کرنا، موافق آنا؛ (آگ کا) بھڑک اُٹھنا، لگ جانا۔

دریای اخضر: سبز سمندر، کنایہ کے طور پر آسمان۔

دست افشاندن (ہاتھ جھٹکنا، جھاڑنا) ناچنا، تھرکنا؛ کسی چیز کو چھوڑ دینا، ترک کر دینا؛ بخشش کرنا، دینا۔

دستور: قاعدہ، طریقہ، رسم رواج؛ وزیر، وہ شخص جس پر بادشاہ اعتبار کرے اور اس سے حکومت اور سلطنت کے کاموں میں مشورہ اور مدد لے۔

دلال: (د مفتوح) ناز، نخرا، معشوقانہ ناز و انداز۔

دم: سانس، آہ؛ فریب، مکر، جھانسا؛ بات؛ تلوار کی دھار اور چمک۔

دہرہ: (د مفتوح) خنجر، دشنہ، کلھاڑی، درانتی، دو دھاروں والی تلوار۔

دیجور: (د مفتوح) تاریک، اندھیری، سیاہ۔

دیوان: کچہری، عدالت؛ قانون کی کتاب؛ شاعر کا دیوان۔

ر

رخنہ : (ر مفتوح) سوراخ، موکھا ۔ وہ سوراخ جو کواڑ یا مکان کی دیوار میں ہو، چھوٹی سی کھڑکی، دریچہ ؛

رستہ : (مخفف ہے راستہ کا) مکانوں اور دکانوں وغیرہ کی قطار ؛ منڈی ؛ محض قطار اور صف کے معنی میں بھی آتا ہے ؛

رشحات : (جمع ہے رشحہ کی ؛ ٹپکنا، چکیدگی) پانی کے قطرے جو بادلوں سے یا کسی اور جگہ سے ٹپکتے ہوں ؛

رضیہ : (ر مفتوح، ض مکسور، ی مشدد) = مرضیّہ، اچھا، عمدہ، پسندیدہ، خوش آیند، دل پسند ؛

رعنا : بنے سنورنے والی عورت، بانکا جوان ؛

رعونت : اپنے آپ کو بنانا، سنوارنا ؛ اکڑنا، اکڑ، بانکپن ؛ غرور، تکبر، گھمنڈ ؛

رقصِ اصول : وہ ناچ، جو ناچنے اور گانے بجانے کے اصول اور قاعدے کے مطابق، تال اور سُر کے ساتھ ہو ؛

رقصِ روانی : (تشبیہی اضافت کے ساتھ) بن سنور کر، ناز و ادا کے ساتھ چلنا ؛

رقصِ کج کلاہ : وہ ناچ جس میں ناچنے والا سر پہ ٹوپی ٹیڑھی رکھ کر

ناچتا ہے؛ معشوق (کج کلاہ) کا ناچ ؛

رقصِ مولوی : مُولو (م ل مضموم : چنگ، رباب) کے ساتھ ناچنا ؛
رگ عقیق : عقیق پتھر کے اندر جو خط اور لکیریں ہوتی ہیں ؛
رمز : ہونٹ، آنکھ، بھوں سے اشارہ کرنا ؛
رنگ باختہ : جس کے چہرے کا رنگ (شرم، ندامت، محنت، محبت، غم و رنج، خوف وغیرہ کی وجہ سے) اُڑا ہوا ہو ؛
روائح : (ر مفتوح، ہمزہ مکسور) جمع ہے رائحہ کی، خوشبوئیں ؛
ریاحین : (ر مفتوح، ح مکسور) ریحان کی جمع ہے۔ پھول؛ طرح طرح کے، ہر قسم کے پھول ؛
ریحان : (ر مفتوح) تلسی کا پھول، ناز بو۔ اس کی جمع ریاحین ہے۔ (اوپر دیکھو) ؛
ریکایان : (ر مکسور، جمع ہے ریکا کی) ریکا، شاہی چوبدار۔ ان لوگوں کی خصوصیت یہ تھی کہ ان کی وردی میں جو پشمینے کی ٹوپی ہوتی تھی، اس میں ایک پھندنا ہوتا تھا جو ایک طرف لٹکتا رہتا تھا ؛

ز

زلال : صاف شفاف مقطر پانی، پانی ؛
زمزم : (دونوں ز مفتوح، لفظی معنی پانی کا آہستہ آہستہ بہنا) ایک

کوئیں کا نام ہے جو شہر مکہ میں واقع ہے۔ اس کے متعلق روایت ہے کہ اللہ نے اس چشمے کو خاص طور پر حضرت اسمٰعیل کے لئے پیدا کیا تھا جب ان کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہؑ ان کو گود میں لئے ہوئے بیابان میں پھر رہی تھیں۔ بعد میں پانی کی اس دھارا کو روک کر ایک کنوئیں کی شکل میں کر دیا گیا۔ یہ کنواں اب بھی موجود ہے، اور اس روایت کی بنا پر اہل اسلام اسے متبرک خیال کرتے ہیں ؛

زمزمہ: (دونوں زمفتوح) نرم اور باریک آواز، در لباس زمزمہ، یعنی زمزمے کے طرز پر۔ زمزمہ حقیقت میں وہ دعائیہ کلمات ہیں، جن کو آتش پرست لوگ خدا کی حمد و ثنا اور اس سے مناجات کرنے، عبادت کرنے، غسل کرنے اور کھانا کھانے کے وقت دھیمی اور سریلی آواز میں ایک خاص لَے کے ساتھ ادا کرتے ہیں ؛

س

سادہ لوح: سیدھا سادہ، بے وقوف نادان سا آدمی ؛

سالوس: (ل مضموم) مکر، فریب؛ مکار، فریبی، ریاکار، چرب زبان آدمی ؛

سبزاں: (سبز کی جمع) محبوب، معشوق سے کنایہ ہے۔ سبز درخت اور پودے ؛

سبز کردن حرف: اپنے کلام یا اپنی بات کو رونق، ترقی دینا ؛

سبک بال: ہلکے پروں والا، ہلکی اور پھرتیلی اُڑان سے اُڑنے والا؂

سپیدہ دم: صبح سویرے، پو پھٹنے کے وقت؂

سجال: (س مکسور، جمع ہے سجل کی) بڑے بڑے ڈول جن سے کنوؤں میں سے پانی نکالا جاتا ہے؂

سر افشاں: سر ہلانے والا (ناچنے میں)؂

سر جنبانیدن: (تعریف کرنے یا شاباشی دیتے وقت) سر ہلانا، تعریف کرنا، شاباش کہنا؂

سُرخچہ: ایک مرض کا نام ہے جسے سرخ بادہ بھی کہتے ہیں۔ یہ مرض صفرا کی زیادتی کے سبب سے پیدا ہوتا ہے، اور اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ مریض بے چین رہتا ہے اور اُسے نیند نہیں آتی؂

سُرخ و سپید: سونا چاندی، اشرفی اور روپیہ، سونے اور چاندی کے سکے؂

سر رشتہ: (اضافت کے ساتھ) تاگے کا سرا، کنایہ ہے مقدار قلیل، تھوڑی سی چیز سے۔ (بغیر اضافت کے) مدعا، غرض، تدبیر، چارۂ کار، طرز، طریقہ، روش، قاعدہ، قانون؂

سر زیر سنگ نہادن: عاجز، مغلوب کر دینا، عذاب، تکلیف دینا؂

سرشار: لب ریز، لبالب بھرا ہوا، بہت سا مست؂

سرکردن : کوئی کام شروع کرنا ؛ بسر کرنا ،گزارنا ؛ آپس میں سلوک کرنا؛
پورا کرنا ؛ (بندوق ،توپ) چلانا ؛

سرو آزاد : سرو کے درخت کی وہ قسم ہے جس میں پھل نہیں آتا اور ہمیشہ تر و تازہ رہتا ہے۔ اسی سبب سے اسے "آزاد" کا لقب دیا گیا ہے۔ اسی طرح سرو ناز، وہ سرو ہے جس کی شاخیں جھکی رہتی ہیں ،گویا نزاکت اور نازکی کی وجہ سے سیدھی نہیں رہ سکتیں ۔ سرو سہی ، اُس سرو کو کہتے ہیں جو بالکل سیدھا ہوتا ہے ۔ پھل دار سرو کو صنوبر کہتے ہیں ؛

سفال : (س مکسور) مٹی کا برتن ۔ اکثر پھولوں کے پودے مٹی کے برتنوں (گملوں) میں لگائے جاتے ہیں ، اور شراب میں بھی گل اور ریحان خوشبو کے لئے ڈالتے ہیں ، اس لئے ان دونوں کو سفال سے نسبت دی جاتی ہے ؛

سفیداب : سفیدہ جو جست کا ایک مرکب ، اور سفید رنگ کا ہوتا ہے ۔ عورتیں اس کا سفوف سنگار کے لئے استعمال کرتی ہیں ۔ سنگار کرنے کے لئے سات چیزیں استعمال ہوتی تھیں ، جن کو "ہفت" کہتے تھے : وسمہ ، غالیہ ، گلگونہ ، سرمہ ، طلق ، حنا اور سپیداب (سفیداب ، سفیداج ، سفیدہ) ؛

سلاست: نرمی، آسانی، ہمواری، صفائی اور سادگی ؛

سلسال: (س مفتوح) صاف، شفاف، ٹھنڈا اور میٹھا پانی ؛

سلسبیل: (دونوں س مفتوح) عام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ یہ جنت کی ایک نہر (یا اُس کے چشمے) کا نام ہے۔ یہ خیال قرآن کے ان الفاظ پر مبنی ہے: عیناً فیھا تُسَمّٰی سلسبیلا (سورہ الدہر ۱۸)۔
نرم اور خوشگوار چیز کو بھی سلسبیل کہتے ہیں ؛

سنجاب: (س مکسور) ایک دریائی جانور، جس کے چمڑے کی پوستین اور ٹوپیاں بنائی جاتی ہیں ؛

سنگِ سرمہ: وہ پتھر جس سے سرمہ بنایا جاتا ہے ؛

سودا: (س مفتوح) سیاہی، سیاہ؛ انسان کے بدن کی چار خلطوں میں سے ایک کا نام ہے۔ باقی تین خلطیں صفرا، بلغم اور دم (خون) ہیں؛ جنون، پاگل پن؛ خرید و فروخت ؛

سور: (س مضموم) جشن، خوشی کی تقریب، جگ؛ شہر کی دیوار، شہر پناہ؛

سوری: (س مضموم) سُور (یعنی جشن) سے منسوب؛ گلاب کا سرخ رنگ کا پھول، وہ گلاب کا پھول جس کی شکل پیکان کی سی ہوتی ہے ؛

سوسن: (پہلا س مضموم اور دوسرا مفتوح) ایک مشہور و معروف

پھول کا نام ہے۔ یہ چار قسم کا ہوتا ہے: (۱) آزاد، جو سفید رنگ کا ہوتا ہے اور اس میں دس پنکھڑیاں ہوتی ہیں؛ (۲) ازرق، جس کا رنگ نیلا ہوتا ہے؛ (۳) خطائی، جو زرد رنگ کا ہوتا ہے؛ اور (۴) الوان، جس میں زرد، سفید اور نیلا سب رنگ ملے ہوتے ہیں۔ اسی کو آسمان گون بھی کہتے ہیں۔ سوسن زبان: وہ جو اچھی طرح بات نہ کر سکے؛ فصیح آدمی کو بھی کہتے ہیں:

سہ برگ، سہ برگہ: ایک تین پتوں والا نیلے رنگ کا پھول، تپتیا۔ صورت کے لحاظ سے ڈھال (سپر) کو اس سے تشبیہ دیتے ہیں:

سہیل (س مضموم، ہ مفتوح) ایک ستارے کا نام ہے۔ اس کو سہیل یمن اور سہیل یمانی بھی کہتے ہیں:

سیّارہ: بہت چلنے والا؛ کاروان، قافلہ:

سیاہ پوش: سیاہ لباس پہننے والا، جو سیاہ کپڑے پہنے ہو۔ رات کے وقت کا چوکی دار، چاؤش، چوبدار، سائیں:

سیمیا: (س مکسور) ایک علم ہے جس کے ذریعے سے موہوم اور ناپدید چیزیں نظر آنے لگتی ہیں:

ش

شاخ و برگ چیزی بر خود بچیدن : کوئی چیز بہم پہنچانا، حاصل کرنا ؛

شاداب : سیراب، جس میں بہت پانی ہو؛ تر و تازہ؛ خوش و خرم، شادکام ؛

شب رَو : رات کے وقت چلنے والا، چور، ٹھگ، عیار ؛

شبنمِ مثالی : (مرکب توصیفی) شبنم کا عکس جو آئینہ وغیرہ میں نظر آتا ہے ؛

شب بو : ایک پھول کا نام ہے جس کی خوشبو بہت بھینی ہوتی ہے، اور رنگ کا سفید یا ہلکا نیلا ہوتا ہے ؛

شجرہ : (متحرک) درخت؛ نسب نامہ؛ (صوفیوں کی اصطلاح میں) وہ کاغذ جس پر ایک درخت کے نقشے کی صورت میں (نسب نامے کی طرح) باطنی پیر و مرشد کا سلسلہ دکھایا جاتا ہے ؛

شربت دار : (آب دار اور چوب دار کی طرح) وہ شخص جو کسی جلسے یا تقریب میں شربت پلانے کا انتظام و اہتمام کرتا ہے ؛

شکر خواب : (شکر متحرک) میٹھی نیند، صبح کے وقت کی نیند ؛

شگفت : (ش مکسور، گ مکسور یا مضموم) عجیب و غریب، شگرف ؛

شلائین : (ش مفتوح) سخت تقاضا کرنے والا؛ شوخ و شنگ؛ عاشق

والہ و شیدا؛ مست، دیوانہ ؛

شمال : (ش مکسور) بایاں ہاتھ ؛ شمال کی طرف سے آنے والی ہوا ؛

شمائل : (ش مفتوح) جمع ہے شمال اور شمیلہ کی، طبیعت، خصلت، عادت، نیک خصلتیں، اچھی عادتیں۔ درخت یا پودے کی شاخیں، ڈالیاں ؛

شمیم (ش مفتوح، اس کے بعد م مکسور) وہ ہوا جس میں خوشبو ملی ہوئی ہو ؛ خوشبو ؛

ص

صاحب قران : (ق مکسور) وہ شخص جس کی پیدائش (یا مسقط رأس) کے وقت دو سعد ستارے ایک ہی گھر میں جمع ہوں، خصوصًا زہرہ اور مشتری ؛ مجازی طور پر، بادشاہ ؛

صبا : (ص مفتوح) پُروا ہوا، مشرق کی جانب کی ہوا؛ ہوا ؛

صَعْوہ : مولا، ایک چھوٹا سا پرندہ جس کا سینہ سرخ ہوتا ہے ؛

صفوت : پاکیزگی، صفائی ؛ اور صفی : پاک، صاف کیا ہوا، خالص ؛

صفہ : (ص مضموم، ف مشدد) ۔ برآمدہ، چھپت دار دالان ؛ سوفا، بنچ ؛

اہل صفہ حضرت رسول کریم صلعم کے زمانے کے وہ چند نادار اور بے گھر بے زر کے مسلمان تھے جو اپنی بے زری اور ناداری کے سبب

سے مسجد کے دالان میں رہا کرتے تھے اور ان کی کفالت بالخصوص آنحضرت صلعم کے اور بالعموم مسلمانوں کے ذمے تھی ۔ یہ حضرات بہترین اور خالص ترین مسلمانوں میں شمار ہوتے ہیں :۔

صلا : (ص مفتوح) ضیافت، کھانا کھانے کے لئے بلانا؛ پکار، دعوت :۔

صمت : (ص مفتوح) خاموشی، چپ رہنا :۔

صندلی : چوکی، کرسی :۔

صومعہ : (ص م مفتوح) آتش پرستوں عیسائیوں وغیرہ کا عبادت خانہ، گرجا، مندر :۔

صیت : (ص مکسور) آوازہ، شہرت، ذکر خیر :۔

ط

طاؤس وار رفتن : مور چال چلنا؛ اکڑ کر، ناز نخرے کے ساتھ چلنا :۔

طلعت : (ط ع مفتوح) : مُنہ، چہرہ، رخ؛ دیدار، چہرے کا نظارہ :۔

طناز : (ط مفتوح، ن مشدد) طنز کرنے والا، شوخ، مغرور، سرکش، گھمنڈی :۔

طوق : (ط مفتوح) گردن کا حلقہ، ہنسلی؛ طاقت، قوت :۔

ع

عارض : عرض کرنے، پیش کرنے والا؛ رخسار، گال، بکھرے ہوئے بادل :۔

عالم آب : شراب پینا. شراب پی کر مست و بے خود ہو جانا، شراب خواری، مے کشی، مستی ؛

عُباد : (ع مضموم، ب مشدد) جمع عابد کی، عبادت کرنے والے ؛

عبّاسی : ایک پھول کا نام ہے، جو کئی رنگ کا ہوتا ہے ؛

عدیل (ع مفتوح، د مکسور) مانند، مثل، ہمسر، نظیر، برابر کا ؛

عرق چین : وہ کپڑا جس سے پسینہ (عرق) پونچھا اور صاف کیا جائے؛ وہ ہلکے سے کپڑے کی ٹوپی جو پگڑی کے نیچے اس غرض سے اوڑھی جاتی ہے کہ سر کا پسینہ سب اسی میں جذب ہوتا رہے اور پگڑی خراب نہ ہو ؛

علّیین : (ع مکسور، ل اور پہلی ی دونوں مشدد مکسور) سب سے اونچے درجے کی بہشت ؛ ساتویں آسمان کا وہ مقام جہاں (عام مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق) مومنوں کی روحیں اور ان کے اعمال نامے بھیجے جائیں گے : قرآن میں سورہ تطفیف کی آیت ۱۸، ۱۹ میں اس کا ذکر ہے ؛

عمائم : (ع مفتوح، ہمزہ مکسور) جمع ہے عمامہ کی، پگڑی، دستار ؛

عوائق : جمع ہے عائقہ کی، روکنے والی باتیں، رکاوٹیں ؛ زمانے کے حوادث ؛

غ

غبغب : (دونوں غ مفتوح) ٹھوڑی کے نیچے (اور اس کے اور
گلے کے درمیان) کا گوشت ؛

غلالہ : (غ مکسور) وہ کپڑا جو کُرتے کے نیچے پہنا جائے اور بدن سے
ملا رہے، زیر جامہ ؛

غمّاز : (غ مفتوح، م مشدد) غمزہ کرنے والا؛ ناز کے ساتھ آنکھ سے
اشارہ کرنے والا، اشارہ باز ؛

غنج : (غ مفتوح) ناز، کرشمہ، ناز و ادا ؛

غیم : (غ مفتوح) ابر، بادل؛ گرمی؛ پیاس ؛

ف

فتّان : (ف مفتوح، ت مشدد) مبالغے کا صیغہ ہے، بڑا فتنہ مچانے والا؛
چور، شیطان ؛

فتیلہ : (ف مفتوح، ت مکسور) بٹا ہوا تاگا، چراغ کا فلیتہ، بتّی ؛

فر : (ف مفتوح، ر مشدد) شان و شوکت، رعب و داب؛ روشنی،
چمک دمک، آب و تاب ؛

فرخ : (ف، ر مفتوح) جانور کا بچہ، پرندے کا چوزہ؛ (ر مضموم مشدد)
مبارک، نیک قدم، نیک بخت؛ زیبا، سجیلا ؛

فردوس : بہشت ۔ جنّت ۔ بہشت کے عموماً آٹھ درجے یا طبقے بتائے جاتے ہیں، جن میں سے ایک کا نام فردوس ہے ۔ باقی سات کے نام یہ ہیں : خُلد، دار السلام، دار القرار، جنت عدن، جنت الماویٰ جنت نعیم، اور علیین (جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے) ؛

فروردین : (ف و مفتوح، د مکسور) موسم بہار کے پہلے مہینے کا نام ہے ؛

ق

قاصرات الطرف : (ص مکسور، ط مفتوح) نیچی نظروں سے، کن انکھیوں سے، شرمیلی نگاہوں سے دیکھنے والی عورتیں ۔ قرآن میں جنت کی عورتوں کی یہ صفت بیان ہوئی ہے (سورہ صافات ، ۴۸؛ الرحمان ، ۵۶) ؛

قانون : اصل، قاعدہ ، طرز ، روش ، ایک ساز کا نام ہے ؛

قرابہ : (ق مفتوح ، ر مشدد) بڑا سا پیالہ ؛ قرابہ زرین ، سورج ؛

قرص : (ق مضموم) ٹکیا ، روٹی ۔ قرص زر ، سورج کو اور قرص سیمین ، چاند کو (بطور کنایہ) کہتے ہیں ؛

قرقی : (ق مضموم) ایک قسم کی پشمینے کی ٹوپی ، جسے صرف بادشاہ لوگ ہی پہنتے تھے ؛

قساوت: (ق مفتوح) سخت دلی، سختی ؛

قطنی: (ق مضموم) وہ کپڑا جس میں روئی (قطن) بھری ہو، یا روئی کا بنا ہوا کپڑا ؛

قلمرَو: ولایت، حکومت، سلطنت، ملک جس پر ایک ہی بادشاہ کی حکومت ہو ؛

قلم فولاد: فولاد کا قلم، مہر کھودنے والوں کا قلم، شیشہ کاٹنے والوں کا قلم جس کے سرے پر ہیرے کی ایک کنی لگی رہتی ہے ؛

قلمکار: وہ لباس جس پر مُوقلم (بُرش) سے نقش و نگار بنائے گئے ہوں ؛

قمار: (ق مکسور) جُوا، جوے میں بازی لگانا ؛

قُماش: (ق مضموم) گھر کا مال اسباب، اثاث البیت، کمینے لوگ، ناکس، خراب، بُری، کم قیمت چیز ؛

قوت: (ق مضموم) غذا، خوراک، کھانا ؛ (و مشدد) طاقت، زور، بل ؛

قورچی: (ق مضموم) بادشاہوں اور امیروں کے لباس خانے کا داروغہ قورخانہ اسلحہ خانے کو کہتے ہیں، اور قوربیگی اسلحہ خانے کا داروغہ ہوتا ہے ۰ قورچی، اور قوربیگی ہم معنی بھی ہیں ؛

قہرمان: داروغہ، کارکن، خزانہ دار، نگاہ بان ؛

ک

کاغذ ہدف : (ہ ا د مفتوح) وہ کاغذ کا بنا ہوا نشان جو چاند ماری کرتے ہوئے چاند پر چپکا دیتے ہیں اور اُسی کا نشانہ تاک کر تیر چلاتے ہیں ::

کرشمہ : (ک ر مکسور م) محبوبانہ انداز سے بدن یا اعضاء کو لچکانا، معشوقانہ طرز و انداز ، بدن یا اس کے کسی حصے کی دل لُبھانے والی کیفیت یا شوخی ::

کریاس : (ک مکسور) بالاخانہ ، چوبارہ ؛ دربار ::

کف الخضیب : (ک خ مفتوح ، ض مکسور) لفظی معنی : رنگین ہتھیلی - چند ستاروں کے ایک جھرمٹ کا نام ہے۔ عربوں نے ان کو ایک کھلے ہوئے ہاتھ سے مشابہ سمجھ کر یہ نام دیا ہے ::

کمند وحدت : (ک م مفتوح) وہ کپڑا یا تسمہ جسے درویش اور مرتاض لوگ اپنی کمر اور گھٹنوں کے چاروں طرف لپیٹ کر سیدھے بیٹھ جاتے ہیں اور اس حالت میں مراقبہ کرتے ہیں ؛ وہ تسمہ جسے آزاد (شُہدے) لوگ پیٹی کی طرح کمر میں باندھتے ہیں ::

گ

گاو زمین : وہ گائے جس کے بارے میں اعتقاد ہے کہ کرۂ زمین اسی

کے سینگوں پر قائم ہے ؛

گریہ در گلو گرہ گردیدن : رونے کی وجہ سے گلے میں پھندا لگ جانا۔ یہ وہ کیفیت ہے جو بہت زیادہ رونے کی حالت میں غم و رنج کی شدت کے سبب سے پیدا ہو جاتی ہے ؛

گل بانگ : کلی کی چٹک کی آواز، نعرہ، وہ زور کی آواز جو شاطر، قلندر اور پہلوان لوگ نقارہ بجانے، کشتی یا ورزش شروع کرنے، کسی کو مقابلے پر بلانے وغیرہ کے موقعے پر لگاتے ہیں۔ محض آواز، اور بلبل کے چہچہانے کے معنی میں بھی آتا ہے ؛

گل برگ : اضافت مقلوب، برگِ گل، گلاب کی پتی ؛

گلبدن : مرکب ہے گل اور بدن سے۔ ایک قسم کا ریشمی کپڑا، جس میں دو رنگ کے (عموماً سرخ اور سیاہ یا زرد) تار استعمال کیے جاتے ہیں۔ یہ کپڑا سادہ بھی ہوتا ہے اور پھول دار بھی ؛

ل

لب گرداں : اس طرح لبالب بھری ہوئی نہر یا ایسا حوض، دریا وغیرہ، کہ جس کے کناروں پر سے پانی مارے جوش کے ابل پڑنے والا ہو ؛

لجہ : (ل مضموم، ج مشدد) پانی کی دھارا؛ دریا، سمندر، دریا یا سمندر

کی منجدھار ۔

لمعہ : (ل ع مفتوح) روشنی ، روشنی کی چمک ، لوکا ، (بجلی کی) کوند ، لپک ۔

لولی : (پہلا ل مضموم ، دوسرا مکسور) لطیف ، نازک بدن عورت ، ظریف مزاج شخص ، بھکاری ، گلی گلی پھر کر گانے اور بجانے والا ، بے حیا اور بے شرم عورت ۔

م

مآثر : (م مفتوح) ماثر کی جمع ، اچھی باتیں ، خوبیاں ، نیکیاں ، نیک کام اور اچھے اخلاق و عادات ۔

ماہ تابی : وہ چبوترہ (اور بالخصوص مکان کی چھت کے اوپر) جو اس غرض سے بنایا جاتا ہے کہ چاندنی رات میں اس پر بیٹھ کر چاند کی بہار کا لطف اٹھایا جائے ۔ آتش بازی کے ایک کھلونے کا نام بھی ماہ تابی ہے ۔

مائدہ : دسترخوان ، خوان جس پر کھانے چُنے ہوئے ہوں ۔

متخیلہ : باطنی قویٰ میں سے ایک قوت کا نام ہے ، قوت خیال ۔

مجمر : (پہلا م مکسور اور دوسرا مفتوح) آتش دان ، انگیٹھی ۔

مجوسی : (م مفتوح ، ج مضموم) آتش پرست ، ماہ و آفتاب پرست ۔

محیّر : (م مضموم ، ح مفتوح ، ی مشدد مکسور) حقیقی معنی ، حیران

کرنے والا: موسیقی کے ایک پردے کا نام ہے ؛

مخارج: (م مفتوح، ر مکسور) جمع ہے مخرج کی، باہر جانا یا نکلنا، باہر جانے کی جگہ؛ خرچ، اخراجات۔ مداخل اس کا نقیض ہے، دونوں معنوں میں ؛

مراحل: (م مفتوح، ح مکسور) جمع مرحلہ کی: مرحلے، منزلیں ؛

مرغزار: (م مفتوح) مَرغ ایک قسم کی گھاس (دوب) جسے چرندہ جانور بہت رغبت سے کھاتے ہیں۔ مرغزار، وہ مقام جہاں سبزہ بہت کثرت سے ہو، چراگاہ، راغ ؛

مرغولہ: (م مفتوح، غ مضموم) بالوں کے گھونگرو، گھونگروالے بال؛ پرندوں کے چہچہانے کی آواز؛ گٹکری (راگ میں) ؛

مزعفر: (م مضموم، ز اور ف مفتوح) وہ کھانا جس میں زعفران ڈالا جائے، زعفران کے رنگ کی چیز ؛

مُزید: (م مضموم، ز مکسور) بڑھانے، زیادہ کرنے والا ؛

مسبّح: (م مضموم، س مفتوح، ب مشدد مکسور) تسبیح پڑھنے والا؛ ورد کرنے والا، مالا جپنے والا ؛

مشاطہ (م مفتوح ش مشدد) کنگھی کرنے والی، وہ عورت جو دلھن کو سجاتی اور اس کا سنگار کرتی ہے ؛

مشرب. (م اور ر مفتوح) پینے کی جگہ، پینا؛ طریقہ، طور، رسم رواج،
مذہب ؛
مشکین: (م مضموم یا مکسور) وہ چیز جس میں مشک ملا ہو یا جس
میں مشک کی سی بو ہو؛ خوشبو والا؛ سیاہ رنگ کا ؛
مطرا: (م مضموم، ط مفتوح، ر مشدد) سیراب، تر و تازہ، طراوت دار؛
مطرز: (مطرا کی طرح) جس (کپڑے) پر کچھ لکھا ہو یا نقش و نگار اور پھول
بوٹے بنے ہوں؛ لباس؛ خوبصورت لباس ؛
مُعلم: (م مضموم، ل مفتوح) نشان کیا ہوا، نقش ونگار والا (کپڑا)؛
وہ چیز جس پر کچھ نشان بنے ہوئے ہوں ؛
مُعَمَّم: (مُطَرَّز کی طرح) عمامے والا، پگڑی والا، وہ شخص جو پگڑی
باندھے ہو ؛
مغز داران خستہ دل: وہ مغز والے لوگ جن کے دل ٹوٹے ہوئے
ہوں، کنایہ ہے ایسے گودے والے پھلوں سے جن کے اندر گٹھلی
(خستہ) ہوتی ہے ؛
ملایمت: دو چیزوں کو ملا دینا، آپس میں نسبت دینا ؛
مندل: (م د مفتوح) وہ دائرہ جو سیانے لوگ اپنے موکل کے شر
سے بچے رہنے کے لئے اپنے گرد کھینچ لیتے ہیں، اور اس کے

اندر بیٹھ کر منتر وغیرہ پڑھتے ہیں ؛

منقل : (م مکسور۔ق مفتوح) انگیٹھی، آتش دان ؛

موی بینی (موئے دماغ) : ناک، دماغ کا بال ؛ ایسی چیز یا بات جس سے طبیعت پریشان ہو یا تکلیف کا باعث ہو ؛

ن

نامیہ : (م مکسور، ی مفتوح) بڑھنے والی، وہ طاقت، قوت جس کے سبب سے نباتات اور حیوانات بڑھتے اور ترقی کرتے ہیں ؛ نفسِ نباتی، جس کی مدد سے پودے کی لمبائی، چوڑائی اور موٹائی بڑھتی ہے ؛

نخل بند : باغ بان، مالی ؛ وہ کاریگر جو درختوں پودوں، پھلوں، پتّوں وغیرہ کی شکلیں موم سے بناتا ہے ؛

نخوت : تکبر، غرور، اکڑ، بڑائی ؛ اپنے آپ کو بڑا اور اچھا سمجھنا ؛

نزہت : (ن مضموم، ہ مفتوح) پاکی، صفائی، ستھرائی، خوبی ؛ سیر تفریح ؛

نسقچی : (ن مفتوح، س ق ساکن) انتظام اور اہتمام (نسق) کرنے والا ؛ منتظم، مہتمم ؛

نضارت : (ن مفتوح) تازگی، سیرابی، سرسبزی ؛

نظارگی : (ن مفتوح، ظ مشدد) نظارہ کرنے والا، دیکھنے والا، تماشائی ؛

نظر باز: دیکھنے والا، عاشق ؛

نقش نشستن: اعتبار پیدا کرنا؛ اعتبار جمانا، اقتدار پیدا کرنا ؛

نوروز: نیا دن، سال کا پہلا دن، موسم بہار کا پہلا دن، جو فروردین کے مہینے کے شروع میں آتا ہے، اور عیسوی جنتری کے حساب سے مارچ کے مہینے کی ۲۱، ۲۲ تاریخ کو ہوتا ہے۔ قدیم ایران میں یہ دن بڑی خوشی کا تھا اور تہوار کی طرح منایا جاتا تھا۔ اس نام کا حقیقی سبب تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہار کا پہلا دن ہے؛ لیکن اس کے بارے میں اہل ایران کے ہاں یہ روایت بھی مشہور ہے کہ یہ وہ دن تھا کہ جب جمشید بادشاہ آذربائجان میں پہنچ کر اپنے زرین تخت پہ بیٹھا اور مرصع تاج سر پہ رکھا تھا۔ سورج کے نکلنے پر جب کرنیں تاج پر پڑیں تو نور علیٰ نور کا سماں پیدا ہوگیا، جسے دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ "یہ نیا دن نکلا ہے!" اسی سے اس دن کا نام نوروز ہوگیا، اور تخت نشینی کی یادگار میں تہوار کی طرح منایا جانے لگا ؛

نہنگ: مگرمچھ؛ کنایہ کے طور پر تیغ، تلوار ؛

نیل بر چہرہ مالیدن: منہ کالا کرنا، رحمت سے محروم رہنا ؛

نیل داغ: داغ کی سیاہی، داغ کا نشان ؛

و

ولی نعمت : (فک اضافت سے) صاحب نعمت ، مالک ، آقا ، اَن داتا ۔

ہ

ہفت اندام : جسم کے سات عضو ، یعنی سر ، سینہ ، پشت ، دو ہاتھ اور دو پاؤں ۔ بعض کا خیال ہے کہ ہفت اندام میں دماغ ، دل ، پھیپھڑا ، جگر ، گُردے اور طحال شامل ہیں ۔ سارا بدن ، کنایہ کے طور پر ۔ زمین کے سات طبق ، سات بر اعظم (اقلیم) ، تمام روئے زمین ۔

ہیہات : (ہ مفتوح) تاسف کا کلمہ ہے ، افسوس کے اظہار کے لئے بولا جاتا ہے ۔

ہیولی : (ہ مفتوح ، ی مضموم) چیز کی اصلیت ، اصل ، یا اس کا مادہ ؛ چیز کے وجود میں آنے سے پہلے کی کیفیت اور ماہیت ۔

ی

یازیدن : (ز مکسور) قصد ، ارادہ کرنا ؛ ہلانا ، حرکت دینا ؛ آگے بڑھانا ۔

تلمیحات

اِرَم

ارم، عرب کی قدیم قوم عاد کے ایک شہر کا نام تھا۔ ارم سے عموماً ''ارم ذات العماد'' سے مراد ہوتی ہے، یعنی ستونوں والا ارم۔ اس کے بارے میں مختلف روایتیں زبان زد ہیں۔ سب سے مشہور روایت یہ ہے کہ جب شدّاد ابن عاد نے، جو اپنی قوم کا بادشاہ تھا، خدائی جنّت کا حال سنا اور اس کی تمام خوبیاں اسے معلوم ہوئیں، تو اس نے بھی قصد کیا کہ اپنے ملک میں ویسی ہی جنّت بنائے۔ پیغمبر وقت، حضرت ہود، نے ہرچند چاہا کہ وہ اپنے اس ارادے سے باز آجائے، مگر وہ کسی صورت نہ مانا۔ اس نے دور و دراز ملکوں سے ہر قسم کا

بہترین عمارتی سامان اور ہر نوع کے قیمتی پتھر مہیا کئے اور جنت کے نمونے کی ایک زبردست اور عظیم الشان عمارت تیار کی؛ اور جنت کی نہروں کے نمونے پر وسیع و عریض نہریں بنائیں۔ جب کل باغ تیار ہوگیا، تو وہ اپنے امیروں کبیروں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوا کہ وہاں پہنچ کر جشن منائے۔ لیکن وہ اور اُس کے حشم و خدم ابھی ارم سے ایک منزل کے فاصلے پر تھے کہ آسمان سے ایک سخت مہیب چیخ سنائی دی، جس سے شدّاد اور اُس کے تمام ہمراہی ہلاک ہوگئے۔ اس طرح بدنصیب شدّاد کو اپنی بنائی ہوئی جنت میں قدم دھرنا تک نصیب نہ ہوا۔ ایک جنت نظیر مقام کو تشبیہ کے طور پر ارم کہا جاتا ہے۔ ارم ذات العماد قرآن مجید کی سورۃ الفجر کی آیت ۷ میں مذکور ہے:

بیت المعمور

بیت المعمور (صحیح عربی میں البیت المعمور = آباد، بسا ہوا گھر) اس محل یا عمارت کا نام، جو تیسرے یا شاید چوتھے یا چھٹے یا ساتویں آسمان میں یا بالکل عرش کے نیچے اور قریب ہی، واقع ہے اور الضراح (ض مضموم) یا الضریح (ض مفتوح، ر مکسور) بھی کہلاتا ہے۔ عین اس مکان کے نیچے اور بالکل اسی کے مقابلے میں

اس زمین پر بھی ایک مکان ہے جو شہر مکہ میں ہے اور بیت اللہ (خانۂ خدا) یا البیت الحرام کہلاتا ہے ۔ بیت اللہ یعنی خانۂ کعبہ بالکل اسی ضراح کے نمونے پر بنایا گیا تھا ۔ البیت المعمور نہایت مقدس مقام ہے، چنانچہ ہر روز ستّر ہزار فرشتوں کی ایک جماعت وہاں جاکر نماز اور تسبیح ادا کیا کرتی ہے ۔ جو فرشتے وہاں ایک روز جاتے ہیں پھر دوسرے روز نہیں جاتے، بلکہ ہر روز ایک نئی جماعت جاتی ہے ، اور قیامت کے روز تک برابر اسی طرح ہوتا رہے گا۔ قرآن مجید کی سورہ طور کی چوتھی آیت میں البیت المعمور کے الفاظ آتے ہیں :۔

بیت المقدس

بیت المقدس (صحیح عربی میں البیت المقدس = پاک گھر) حقیقت میں ملک شام کے اس عبادت خانۂ عام کا نام ہے جسے حضرت داؤد نے یروشلم کے مقام پر تعمیر کرانا شروع کیا تھا اور ان کے بیٹے حضرت سلیمان نے اختتام کو پہنچایا ۔ اسی زمانے سے یہ عبادت خانہ شام کے مقدس ترین مقامات میں سے شمار ہوتا چلا آرہا ہے ، عام طور پر بیت سے محض یروشلم بھی مراد ہوتا ہے ۔ بیت المقدس

کو بیت اقصیٰ (دُور کا گھر) اور مسجد اقصیٰ (دور کا عبادت خانہ) بھی کہتے ہیں۔ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، یہود اور نصاریٰ کا یہ عقیدہ تھا کہ اس عبادت خانے میں پہنچ کر آدمی کے سب گناہ دُھل جاتے ہیں اور وہ بالکل پاک ہو جاتا ہے۔ اس کی عظمت اور فضیلت کے باب میں بہت سی باتیں بیان کی جاتی ہیں، مثلاً۔ طوفان نوح کے بعد سب سے پہلے پانی جس مقام سے سرک کر الگ ہوا تھا وہ بیت المقدس ہی کی چٹان تھی۔ قیامت کے روز صور بیت المقدس ہی میں پھونکا جائے گا۔ کرۂ ارض پر وہ مقام جو آسمان سے قریب ترین ہے بیت المقدس ہی ہے۔ حضرت آدم نے یہ وصیت کی تھی کہ اُن کو بیت المقدس میں دفن کیا جائے؛ اور اسی طرح حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب بھی وہیں جاکر دفن ہوئے تھے۔ حضرت داؤد کی توبہ اسی مقام پر قبول ہوئی تھی۔ حضرت ابراہیم نے اپنے خواب کو اسی جگہ پر سچا کر کے دکھایا تھا.... وغیرہ وغیرہ۔ اسلام کے بالکل ابتدائی زمانے میں مسلم بھی اسی کی طرف رُخ کرکے نماز ادا کیا کرتے تھے؛ لیکن بعد میں یہ رُخ کعبے کی طرف پھیر دیا گیا۔ اہل رائے کا خیال ہے کہ قرآن مجید کی سورۂ اسرائیل (آیت ۱)، مریم (۱۵)؛ طٰہٰ (۵۰)۔ انبیاء (۷۱، ۸۱) مومنون (۵)، نور (۳۶)،

اور قصص (۲۹، ۳۰) میں بیت المقدس ہی کی طرف اشارہ ہے:

بیستون

بیستون (ب مکسور، س مضموم یا مکسور، ت مضموم) ایک پہاڑی کا نام ہے، جو کرمان شاہ سے تقریباً بیس میل مشرق کی جانب اُس سڑک پر واقع ہے جو بغداد سے ہمدان کو جاتی ہے۔ قدیم عرب جغرافیہ نویس اس کا نام بغستان (ب مفتوح، یا مکسور) لکھتے ہیں، اور بعد کے لوگ اسے بہستون (ب مفتوح، ہ مکسور) اور بیستون کہتے ہیں۔ حقیقت میں قدیم ایرانی زبان میں بغستان (= بغ + ستان) ہی تھا، جس کے معنی "خداؤں یا دیوتاؤں کی جگہ" کے ہوتے ہیں۔ یہی نام بدلتے بدلتے بہستون اور بیستون ہو گیا ہے۔ پہاڑی کے بالکل اوپر پہنچ کر ایک غار میں ایک عظیم الشان اثر قدیم ہے، جو دارائے اعظم کی فتوحات کی یادگار میں بنایا گیا تھا۔ پھر دامن میں ایک اُبھرا ہوا نقش ہے جو گودرز کی فتح کی یادگار میں ہے۔ اس نقش میں خسرو پرویز ثانی اور اس کے گھوڑے شبدیز کی صورت بنی ہوئی ہے۔ بیستون کی ایک چٹان پر بابلی، ایلامی اور قدیم ایرانی زبانوں کے کتبے پتھر میں نقش ہیں جن کو

اشوریات کے علماء نے بڑی محنت اور جان فشانی سے پڑھ کر قدیم اشوریا اور ایران کے بارے میں قابل قدر معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ یہی وہ بے ستون ہے جس سے فرہادِ کوہ کن اور شیریں کے افسانۂ محبت کو متعلق بتایا جاتا ہے، اور جس کو فرہاد نے اپنی محبوبہ ملکہ شیریں کے ایماء سے کھود کر ایک نہر بنائی تھی اور بالآخر یہیں اس کے فراق میں جان دی تھی ؛

پرویز

خسرو پرویز، قدیم ایران کے ساسانی خاندان کا ایک تاجدار تھا۔ موریس شہنشاہ روما کی مدد سے اس نے اپنے باپ کے سپاہ سالار بہرام چوبین کو شکست دے کر اپنی سلطنت واپس لی اور سنہ ۵۹۱ء میں تخت نشین ہوا۔ مگر سنہ ۶۰۳ء میں شہنشاہ موریس کے مرنے پر خسرو نے فوراً رومانی قلمرو پر تاخت و تاراج شروع کردی، اور اس کا کچھ حصہ اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔ اس کے بعد اُس نے اپنی توجہ اور علاقوں کی طرف مبذول کی، اور شام، فلسطین اور کُل سرحدی علاقوں پر قابض ہوگیا۔ لیکن ان فتوحات اور کامیابیوں کے بعد یہ

آفت نازل ہوئی کہ ہرقل شہنشاہ روما نے ایران پر حملہ کیا اور عالی شان محلوں اور مکانوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی، خزانے لوٹ لئے، گھروں کو برباد اور آبادی کو تہ تیغ کرکے اپنے ملک کا راستہ لیا۔ اس طرح قریب قریب تمام شمالی اور مغربی ایران اس کے ہاتھوں کھنڈر ہوکر رہ گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود اہل ایران اسے اپنا دشمن جان و مال سمجھ کر اس کے درپے ہوگئے۔ اس کے بیٹے، شیرویہ، نے باپ کو گرفتار کرکے قید خانے میں ڈال دیا، جہاں وہ نہایت بےبسی اور بےکسی کے عالم میں سنہ ۶۲۸ء میں مرگیا۔ ساسانی خاندان کی عظمت اور جبروت خسرو پرویز پر ختم ہوگئی۔

یہ وہی خسرو پرویز ہے جس کی ملکہ شیریں، فرہاد کوہکن کی محبوبہ تھی۔

ظہیرای تفرشی نے اس کتاب میں پانی کے بُلبلے کو پرویز سے اس لئے تشبیہ دی ہے کہ پرویز کے زمانے میں عربوں نے ایران کی ایک زبردست فوج کو ذوقار کے مقام پر سخت شکست دی، جس سے ایران کی تمام شان و شوکت اور اس کے رعب وداب کا خاتمہ ہوگیا؛ اور ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرنے پایا تھا کہ ایران کو عرب کے مسلمانوں نے فتح کیا اور ایران کی قدیم عظمت کا چراغ

گُل ہوگیا۔

چشمۂ حیات

روایت ہے کہ دنیا کے ایک گوشے میں، جہاں تاریکی ہی تاریکی ہے (اور اسی وجہ سے اسے ظلمات کہا جاتا ہے) ٹھنڈے، صاف، میٹھے پانی کا ایک چشمہ ہے۔ اس پانی کی یہ صفت ہے کہ اگر کوئی اس کا ایک گھونٹ بھی پی لے تو ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہے۔ سکندر ذوالقرنین (؟) کو جب اس کا حال معلوم ہوا تو اُسے خواہش ہوئی کہ اس پانی کو پی کر دائمی حیات کا لطف اٹھائے۔ چنانچہ وہ اور جناب خضر اسی چشمے کی تلاش میں نکلے۔ بڑی بڑی منزلیں طے کرتے اور تکلیفیں اٹھاتے یہ دونوں ظلمات پہنچے، اور آخرکار چشمۂ حیات تک جانکلے۔ تقدیر الٰہی سے خضر تو اُس پانی کو پی سکے اور حسب امید اب تک زندہ ہیں اور ہمیشہ زندہ رہیں گے، مگر غریب سکندر نہ پی سکا اور مایوس ہوکر واپس آیا۔

خسرو

خسرو ایران قدیم کے ساسانی خاندان کے ایک تاج دار

کا نام تھا۔ دیکھو پرویز۔ عموماً محض بادشاہ یا بادشاہ عادل یا عظیم الشان بادشاہ کو بھی خسرو کہتے ہیں ؛

زلیخا

زلیخا ایک عورت کا نام تھا، جو ملک مصر کے ایک بادشاہ کے وزیر کی بی بی تھی۔ قدیم روایات میں حضرت یوسف کے قصے میں زلیخا کا نام آتا ہے۔ حضرت یوسف کا ابھی لڑکپن ہی تھا کہ وہ اپنے بھائیوں کے ظلم و ستم کا شکار ہوکر مصر پہنچے اور وہاں فرعون کے وزیر نے اُن کو غلام کی طرح خرید کر اپنے گھر میں رکھا۔ جوان ہوئے تو وزیر کی جوان بی بی "زلیخا" اُن پر ہزار جان سے عاشق ہوگئی۔ ایک روز موقع پاکر اُس نے حضرت یوسف کو اپنے ساتھ ایک کمرے میں بند کرلیا، اور اس خلوت سے لطف اندوز ہونے کی خواہش مند ہوئی۔ جناب یوسف نے اس وقت بڑے جبر سے کام لیا اور اپنی عفت میں فرق نہ آنے دیا۔ زلیخا نے انتقام کے ارادے سے اپنے شوہر کو اس واقعے سے آگاہ کردیا اور کل الزام نوجوان یوسف کے سر رکھا۔ احوال کی تفتیش کی گئی

تو بمصداق "ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا"، زلیخا ہی خطاوار ثابت ہوئی۔ بات چھپی کیوں کر رہتی، دربار کی اور بیگمات بھی اس سے واقف ہوگئیں اور زلیخا کو بلانے اور ایک غلام سے ربط قائم کرنے پر الزام دینے لگیں۔ زلیخا نے ان سب کے جبر و صبر کا امتحان لینے کے لئے ایک روز ان سب خواتین کو ایک شان دار ضیافت کے لئے بلایا، اور جب وہ سب کھانے سے فارغ ہوکر تازہ پھلوں کے کھانے میں مشغول ہوئیں تو اچانک حضرت یوسف دسترخوان کے پاس سے ہوکر گزرے۔ سب عورتیں یوسف کے حسن گلوسوز سے کچھ ایسی مبہوت ہوئیں کہ پھل کاٹتے کاٹتے' اس بیخودی کے عالم میں' اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں۔ ناچار سب نے حضرت یوسف کے جمال خداداد کا اعتراف کیا اور نہ صرف زلیخا کا اس معاملے میں بے بس اور بے قصور ہونا تسلیم کیا، بلکہ خود بھی ہار مان لی۔ قصہ مختصر، اس کے بعد کچھ ایسے حالات پیش آئے کہ زلیخا کی شادی حضرت یوسف ہی سے ہوگئی ؛

فارسی زبان کے متعدد شعراء نے اس قصے کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ فردوسی اور جامی کی مثنویاں مشہور ہیں ؛

عہد عتیق کی کتاب پیدائش کے باب ۳۷ سے ۵۰ تک

حضرت یوسف کے حالات درج ہیں، اور زلیخا کا واقعہ باب ۳۹ میں مفصل لکھا ہے۔ قرآن مجید میں یوسف کے نام سے ایک سورت ہے جس میں یہ قصہ قرآن کے مخصوص دل آویز انداز میں بیان ہوا ہے ؛

ظلمات

متھیا (خرافاتِ اصنام) میں ظلمات کرۂ ارض کے اس تنگ و تاریک اور سنگلاخ علاقے کا نام ہے، جہاں "آب حیات" کا چشمہ واقع ہے۔ قدیم اقوام میں سے متعدد قوموں کے ہاں اس نوع کی روایت موجود ہے۔ قدیم اشوریا کا بطل اعظم گِل گمیش عرصے تک اس کی تلاش میں سرگرداں رہا اور سخت سے سخت مصیبتیں جھیل کر اس کے قریب تک پہنچ سکا۔ اتفاق سے اسے وہاں پیر پِنِشتیم (خضر؟) مل گیا جس کی مدد سے اس کی مشکل حل ہوگئی۔ اس تمام جاں فشانی سے اس کی غرض یہ تھی کہ آب حیات سے خود اپنے امراض کے لئے صحت اور اپنے مرے ہوئے دوست اِیع بنی کے لئے زندگی حاصل کرسکے۔ بہ ہزار خرابی وہ چشمۂ حیات تک پہنچا اور اس کے پانی کو نوش کرکے

شفا پائی، لیکن اینجینی زندہ نہ ہو سکا۔

اسی طرح فنگالی اقوام کی روایاتِ خرافات میں دیارمِد نام ایک شخص آبِ حیات کی جستجو میں جاتا ہے؛ اور ہندوستان کی رِستھیا میں بھی بھیم کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ کوبیر دیوتا کی جھیل کو تلاش کرنے نکلا تھا اور ہنومان دیوتا کی مدد سے اپنے مقصد میں کامیاب ہوا تھا۔

فارسی ادب میں ظلمات اور آبِ حیات عام طور پر سکندر کی زندگی کے واقعات سے متعلق ہیں۔ سکندر کے لئے حضرت خضر کو راہ نما بتایا جاتا ہے؛ مگر یہ بھی مشہور ہے کہ آبِ حیات سے خضر نے تو کما حقہ فائدہ اٹھایا اور حیات جاودانی حاصل کر لی، مگر بیچارے سکندر کو ناکام و نامراد ہی واپس آنا پڑا۔

چونکہ یہ تمام حکایتیں اور روایتیں فرضی اور خرافات ہیں، اس لئے یہ طے کرنا ناممکن ہے کہ یہ تنگ و تاریک (ظلمات) علاقہ روئے زمین کے کس حصے میں واقع ہے۔ سکندر کے قصے کی ایک روایت میں یہ بیان ہے کہ وہ چلتے چلتے ایک زبردست اور دشوار گذار مقام پر پہنچا، جس کا نام صمصاس

یا مشتی تھا۔ وہاں اُسے ایک دیو نے روک دیا اور کہا کہ
"اے بادشاہ! تو اس پہاڑ میں سے ہرگز نہ گزر سکے گا، کیوں کہ
اس میں ایک بہت بڑا دیوتا رہتا ہے، جو ایک زبردست اژدہے
کی طرح کا ہے اور کسی کو اپنے پاس تک نہیں آنے دیتا"
ایک اور روایت میں یوں ہے کہ سکندر اپنی فوج کو ساتھ لئے
ایک جگہ پہنچا جہاں سخت تاریکی تھی، اور وہ تاریکی رات کے
اندھیرے کی طرح کی نہیں تھی، بلکہ کچھ ایسی تھی جیسے بالکل صبح
سویرے منہ اندھیرے، ہر طرف کہرے کے بادلوں کے چھا جانے
سے پیدا ہو جاتی ہے۔ بہر حال، اتنی تاریکی ضرور تھی کہ کچھ
دکھائی نہ دیتا تھا۔ سکندر کے آدمیوں ہی میں متّی نام ایک
شخص تھا جس نے ایک ہیرے کی روشنی میں "چشمہ حیات"
تک راستہ ڈھونڈھ نکالا، اور خود وہاں جاکر خوب سیر ہو کر
پانی پیا۔ پانی پی کر باہر نکلا تو اُس کے بدن کی جلد کا رنگ
اور اُس کے کپڑے بالکل نیلگوں سبز ہو گئے تھے۔ اسی وجہ سے
لوگوں نے اس کا نام خضر (سبز رنگ کا) رکھ دیا۔۔۔۔۔۔
ممکن ہے کہ ہتھیا کے اس "اندھیرے" مقام کی تعیین
میں اس سے کچھ روشنی پڑے کہ نہایت قدیم یہودیوں کا یہ

عقیدہ تھا کہ سات زمینوں (اور سات آسمانوں) میں سے سب سے نیچے کی زمین (ارض) میں مطلق روشنی نہیں ہے، بلکہ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ اور یہی وہ طبقۂ زمین تھا جہاں (اُن کے عقیدے کے مطابق) حضرت آدم جنّت سے اُتر کر پہلے پہل نازل ہوئے تھے اور چوبیس سال گذارنے اور توبہ کرنے کے بعد اس قابل ہوئے تھے کہ اللہ میاں نے اُن کو وہاں سے نکال کر دوسری زمین (آدَمَہ) بھیج دیا، جہاں ستاروں کی روشنی بھی دکھائی دیتی ہے!

کوہ کن

کوہ کن، فرہاد نام ایک شخص کا لقب ہے، جو ایران قدیم میں شہنشاہ خسرو پرویز کے زمانے میں تھا اور ملکہ شیرین پر عاشق ہونے کی وجہ سے شہنشاہ کا حریف اور رقیب تھا۔ اسے یہ لقب (پہاڑ کھودنے والا) اس لئے دیا گیا ہے کہ ملکہ شیرین نے شرطِ وصل یہ قرار دی تھی کہ فرہاد کوہ بیستون کو ایک مقرر اور معیّن فاصلے تک کھود دے اور اس میں سے ایک نہر کے لئے (جسے شیرین کے نام کی رعایت سے دودھ کی نہر بھی بتایا جاتا ہے) راستہ نکالے

جو اس پہاڑ کے دوسری طرف بہتی تھی۔ فرہاد نے اپنے عشق کا صدق ثابت کرنے اور اس غیر مترقّب انعام کے ملنے کی امید پر اس سر بفلک پہاڑ کو کھودنا شروع کیا۔ سال ہا سال کی محنت اور جان فشانی کے بعد جب وہ وقت قریب آیا کہ غریب فرہاد اپنے اس فرض کو اور بادشاہ اپنے وعدے کو پورا کرے، تو بادشاہ نے اس تدبیر سے اس بیچارے کا خاتمہ کرنا تجویز کیا کہ کہ اپنے کسی درباری کے ذریعے اُس سے یہ کہلا بھیجا کہ شیریں نے اس کے فراق میں جان دے دی! جس وقت شاہی پیغام بر فرہاد کے پاس پہنچا ہے، اُس وقت وہ پہاڑ کی ایک چوٹی پر کوہ کنی میں مصروف تھا۔ وہ اس روح فرسا خبر سننے کی تاب نہ لا سکا، اور معًا وہیں سے سر کے بل نیچے گر کر جان شیریں جان آفریں کے سپرد کی! ایک روایت یہ بھی ہے کہ اُس نے اپنے اُسی تیشے سے اپنا کام تمام کیا جس سے وہ کوہ کنی کرتا تھا۔

کَیان

کَیان (کسر مفتوح) کَے کی جمع ہے، جو قدیم ایران کے ایک شاہی خاندان کے تاجداروں کے ناموں کے شروع میں

آتا ہے ، اور اس سبب سے وہ خاندان "کیانی خاندان" کہلاتا ہے۔

یہ خاندان حضرت عیسیٰ سے کئی صدی پہلے ایران و توران پر حکمران تھا۔ شاعر فردوسی نے اپنے مشہور و معروف شاہ نامے میں ان بادشاہوں کا ذکر کیا ہے، مگر اب تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ اُس نے بہت کچھ غلط مبحث کیا ہے۔ اس خاندان میں ایک دو تاج دار ایسے نظر آتے ہیں جن کے متعلق روایت ہے کہ ایک سو برس سے زاید عرصے تک حکمران رہے۔ اصل یہ ہے کہ جس جس بادشاہ کو اس قدر طویل مدت تک حکمران بتایا جاتا ہے، اُس مدت میں ایک نہیں، کئی کئی بادشاہ گذرے ہیں؛ لیکن تاریخی تحقیق اور بازجست اب تک اُن کے اسماء اور دوسری تفصیل سے آگاہ نہیں ہے۔ خاندان کیانی کے تاج داروں کے نام یہ تھے:

(۱) کَے قُباد (جو منوچہر کی نسل سے تھا) اور ایک سو سال حکمران رہا؛

(۲) کَے کاؤس (کَے قباد کا پوتا)، جس نے ڈیڑھ سو برس حکومت کی؛

(۳) کَے خُسرو (کَے کاؤس کا پوتا) ساٹھ برس حکمران رہا۔

(۴) لُہراسپ، جس کا زمانۂ حکومت ایک سو بیس سال کا ہوا:

(۵) گُشتاسپ (لُہراسپ کا بیٹا) جس نے بھی ایک سو بیس سال تک حکومت کی :

(۶) اردشیرِ درازدست، جس نے ایک سو دس برس تک بادشاہت کی :

(۷) ہُمای (اردشیر درازدست کی بیٹی اور بیوی) جو بتیس برس تک حکمران رہی :

(۸) داراب (ہمای کا بیٹا) جس نے بارہ برس راج کیا؛ اور

(۹) دارا، جو چودہ برس تک بادشاہ رہا۔ یہی وہ دارا بتایا جاتا ہے جس کے خلاف سکندرِ اعظم، یونانی، نے فوج کشی کرکے جنگ کی تھی اور اسی جنگ میں یہ مارا گیا تھا۔ اس تاجدار پر کیانی خاندان ختم ہوگیا۔ قدیم ایران کی شان و شوکت اور جاہ و جلال کے ضمن میں کیانی خاندان کا نام بطور تمثیل کے لیا جاتا ہے :

لیلیٰ

لیلیٰ، ملک عرب کے مشہور شاعر اور عاشقِ والہ قیس عامری، الملقب بہ مجنوں، کی محبوبہ کا نام تھا۔ مجنون و لیلیٰ کا

افسانۂ عشق و محبت دنیا کے مشہور افسانوں میں سے ہے، اور ترکی، عربی اور فارسی ادبیات میں اکثر اس کا ذکر آتا ہے، اور اس کی طرف تلمیح ہوتی ہے۔ لیلیٰ قبیلۂ بنو عامر سے تھی۔ لیلیٰ اور قیس کی پہلی ملاقات بچپن ہی کے زمانے میں ایک مدرسے میں ہوئی تھی، جس میں تقدیر نے دونوں کو ہم سبق بنا دیا تھا۔ باہم روزانہ نشست و برخاست کا نتیجہ لطف و محبت سے ہوتے عشق میں انجام پذیر ہوا۔ یہ راز ایسا نہ تھا کہ اوروں پر نہ کھل جاتا۔ طرفین کے والدین کو اس کا علم ہوا تو انھوں نے احتیاط سے کام لینا شروع کیا۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ اس باب میں صنف نازک کو زیادہ نازک سمجھا جاتا ہے۔ لامحالہ لیلیٰ کو مدرسے کو خیرباد کہنا پڑا۔ قیس تاب نہ لاکر اس قیدِ درس سے آزاد ہونے کے لئے بھاگ نکلا۔ اس کی وارفتگی نے رفتہ رفتہ اُسے صحرا میں پہنچا دیا۔ جنوں کے جوش نے اسے "مجنون" کا لقب دلوایا۔ ہر کس و ناکس کو ایک شگوفہ ہاتھ آیا، اور غریب مجنون کی رُسوائی کا سامان پورا ہوگیا۔ صحرا نوردی میں وہاں کے وحوش سے ایسی طویل اور مسلسل مصاحبت رہی کہ یہ دیوانہ ابلہانہ بنا

سے بے ہمہ ہو کر دام و دد میں باہمہ مل کر رہنے لگا۔

اس عرصے میں قیس کے والدین نے یہ سعی بھی کی کہ لیلیٰ کے والدین کو رضامند کر کے لیلیٰ کو اپنے لڑکے سے منسوب کر دیا جائے۔ لیکن ان کی یہ کوشش ناکام رہی۔ نوفل نامی ایک شخص ایک اور قبیلے کا سردار تھا۔ اس نے ازراہ ہمدردی لیلیٰ کے قبیلے پر فوج کشی کی، لیکن اس میں بھی ناکامی رہی۔ ان پے در پے ناکامیوں سے مجنون کے جنون میں روز افزوں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ خود لیلیٰ چھپے چوری کسی طرح مجنوں کے پاس پہنچی، لیکن اس زودا رودی کی ملاقات سے اس کی سیری کیوں کر ہو سکتی تھی۔ غالباً اس کے بعد ہی کا واقعہ ہے کہ مجنون کو کسی طرح یہ خبر ملی کہ لیلیٰ کا نکاح ابن سلام سے ہو گیا ہے۔ دل کی شکستگی کے بعد جان و روح کی شکستگی ہی کی کسر رہ گئی تھی۔ ادھر لیلیٰ اپنی زندگی سے بیزار تھی، زیادہ دن نہ جی سکی۔ آخر محبوبہ کی خبر موت نے محب کی بھی جان لی، اور اس طرح ان زندۂ جاوید ہستیوں کا بظاہر خاتمہ ہو گیا۔

مجنون

مجنون ملک عرب کے مشہور شاعر اور عاشق دیوانہ قیس عامری کا لقب ہے۔ مجنون اور لیلیٰ کے عشق کا افسانہ نہایت مشہور ہے۔ (دیکھو لیلیٰ)

مریمؑ

مریم، حضرت یسوع مسیح (عیسیٰ) علیہ السلام کی والدۂ ماجدہ کا نام تھا۔ متدین اور متمذہب دنیا کا قاعدہ ہے کہ محبت اور انتہائے طاعت کے جوش میں مقتدایان دین کی شخصیت سے ایسے بہت سے امور کو منسوب کردیا جاتا ہے جن کی حقیقت اور اصلیت بعد میں بہت کچھ مسئول اور مشکوک ہوکر نظر اور ذہن سے دور جا پڑتی ہے اور واقعات اور حقایق بالآخر ایک خرافات کا مجموعہ بن کر رہ جاتے ہیں۔ حضرت مریم (علیہا السلام) کی مقدس شخصیت بھی اس سے نہ بچ سکی۔ چنانچہ ان کے مقدس فرزند کے نیک نہاد اور نیک نیت امتیوں نے بیسیوں قصوں اور افسانوں کو ان کی معصوم ذات سے منسوب کرکے مشہور

کر دیا۔

حضرت مریم کے والدین کے متعلق عہد جدید کے واقعہ نگاروں کی تحریروں سے سوا اس کے اور کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ آپ حضرت داؤد کی اولاد میں سے تھیں۔نوجوانی کے زمانے میں آپ کی قوم (یہود) کی رسم کے مطابق آپ کی منگنی آپ کے چچیرے بھائی "جناب یوسف" سے ہو گئی تھی لیکن ابھی رخصتی کی رسم ادا نہ ہوئی تھی۔یعنی ابھی حضرات یوسف و مریم کو پوری طرح زناشوئی کی تکمیل کا پورا حق حاصل نہ ہوا تھا۔کہ ایک شب میں ایک فرشتہ بالکل انسان کی شکل میں مجسم ہو کر جناب مریم عذراؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو بشارت دی کہ "آپ کے ہاں "روح القدس" کے مقدس اثر سے عنقریب ایک بیٹا ہوگا جو تمام عالم کے لئے نجات ابدی کا باعث ہوگا" چنانچہ آپ بیت اللحم میں تھیں کہ مقدس فرشتے کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی اور جناب یسوع مسیح یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جامۂ انسان میں نمودار ہو کر اس خاکدان کو مشرف اور سرفراز فرمایا۔

حضرت مسیح کا بچپن اور بچوں کی طرح اپنی والدہ ماجدہ

ہی کی گود میں گزرا ؛ لیکن سن شعور کے بعد سے چونکہ آن جناب ''روح القدس سے بھرے'' رہتے تھے اس لئے دنیا ومافیہا کو ترک فرمایا، اور عالم و عالمیان کو نجات دلانے کی فکر میں والدہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ محض برائے نام ہی علاقۂ انس رہ گیا تھا۔ بہرحال کتاب عہد جدید سے اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ جب آں جناب نے منجی عالم کی شان رفیع حاصل کرنے کے لئے یہودیوں کی بنائی ہوئی دار تک قدم رنجہ فرمایا ہے اُس وقت حضرت مریم وہیں صلیب کے قریب ہی تشریف رکھتی تھیں۔ لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا کہ جب حضرت عیسٰی آسمان پہ تشریف لئے جاتے تھے اُس وقت بھی آپ وہاں موجود تھیں یا نہیں۔ آں جناب کی اس معراج دائمی کے بعد حضرت مریم کی باقی زندگی کیوں کر اور کہاں گزری، اس بارے میں اہل علم و دین میں اختلاف ہے۔ ایک فرقے کی رائے ہے کہ آپ نے اپنی باقی زندگی یوحنا کے ساتھ یروشلم میں رہ کر گذاری؛ مگر دوسری جماعت کا عقیدہ ہے کہ آپ یوحنا کے ہمراہ جزیرۂ افلیسوس تشریف لے گئیں اور وہیں آپ کی باقی تمام عمر یاد الٰہی میں صرف ہوگئی ؛

انجیل کی کتاب عہدجدید کے علاوہ قرآن مجید میں بھی حضرت مریم کا ذکر ہے، بلکہ آپ کے نام سے ایک پوری سورت ہی موسوم ہے :

مسیح

مسیح کا پورا نام اہل نصاریٰ کے ہاں یسوع مسیح ہے، اور اہل اسلام میں (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) کے نام سے مشہور ہیں اور نہایت جلیل القدر پیغمبروں میں شمار ہوتے ہیں۔ انجیل مقدس کی کتاب عہد عتیق میں آپ کو یسوع، یسوع مسیح اور ابن آدم کے القاب سے یاد کیا گیا ہے۔ اور قرآن مجید میں آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مریم علیہا السلام کی نسبت سے عیسیٰ ابن مریم، المسیح ابن مریم اور عیسیٰ المسیح ابن مریم کرکے متعدد مقامات میں آپ کا ذکر خیر ہوا ہے۔ آں جناب سے بہت سے معجزے منسوب کئے جاتے ہیں، جو آپ کی نوجوانی کے زمانے سے بعثت اور وفات تک کے زمانے پر حاوی ہیں۔ آپ نے تیس سال کی عمر میں وعظ و تلقین اور ہدایت خلائق شروع کی اور تینتیس سال کی عمر میں اہل یہود کے ظلم سے آپ کو قبل از وقت

دار کا سامنا کرنا پڑا۔ ظاہر بین اور ظاہر پرست اسے اپنی کامیابی اور فوز عظیم سمجھے، لیکن آپ دوسرے ہی روز دوبارہ زندہ ہوکر اپنے حواریوں کے ساتھ شامل ہوگئے، اور پھر تھوڑے ہی عرصے کے بعد ان بزرگان دین کو آخری نصیحت اور وصیت فرماکر رہ گرای عالم جاودانی ہوے۔ نصاریٰ اور مسلم سب اس عقیدے میں متفق ہیں کہ آپ آسمان چہارم پر ہیں اور خدائے حیّ لایموت کے حکم سے وہیں تشریف رکھتے ہیں اور رکھیں گے، تا آں کہ آپ دوبارہ اس عالم کو اپنی تشریف آوری سے سرفراز فرماکر پھر نئے سرے سے عدل و انصاف اور خدا پرستی کی طرف ہدایت فرمائیں گے :

آں جناب کے تمام معجزات میں تین معجزے نہایت مشہور ہیں : ایک تو وہ کہ آپ نے یریحو کے ایک نابینا شخص کو بینا کردیا تھا (لوقا، باب ۱۸) ؛ دوسرا یہ کہ آپ نے ایک مردے کو "اُٹھ" کہہ کر دوبارہ زندگی بخشی تھی : اور تیسرا یہ کہ آپ نے دس کوڑھیوں کو بالکل چنگا کردیا (لوقا، باب ۱۷)، اور اسی طرح ایک مرگی کے مریض (لوقا، باب ۹) اور ایک کُبڑی بڑھیا نے (لوقا، باب ۱۳)

بھی اپنی اپنی مصیبتوں سے نجات پائی۔ آں جناب کے یہی کارنامے اور معجزات ہیں جن کی طرف اہل ادب و شعر نے بار بار تلمیح کی ہے۔

نعمان

نعمان بن مُنذِر ایک بادشاہ کا نام تھا۔ قبیلۂ لَخْم سے تھا اور ملک عرب کے شمال مشرق میں ایک ریاست 'حِیرَہ' میں حکمران تھا۔ یہ وہی شخص ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے ایران کے بادشاہ 'بہرام گور' کے لئے ایک زبردست محل تعمیر کرایا تھا، جو خَوَرنَق کے نام سے مشہور تھا اور عربی ادبیات میں شان و شوکت اور حشمت کے لئے بطور تمثیل کے اکثر مذکور ہوتا ہے۔

یہ وہی نعمان ہے جس سے لالہ (اور شقائق) منسوب ہوتے ہیں، اور لالۂ نعمان اور شقائق نُعمان کہلاتے ہیں۔ اس نسبت کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ نعمان بن منذر ایک کوہستانی علاقے کے ایک وادی میں سے گزر رہا تھا۔ وہاں نہایت شوخ سرخ رنگ لالہ کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ نعمان کو یہ پھول اس قدر پسند آئے کہ اُس نے حکم دیا کہ اُن کو وہاں سے اُکھاڑ کر اس کے پایہ تخت (حیرہ) میں پہنچا

دیا جائے ۔ شاہی حکم کی تعمیل اس شدومد سے ہوئی کہ اُس دن سے آج تک نہ صرف یہ پھول اس کے نام سے منسوب ہوگیا بلکہ وہ وادی بھی ہمیشہ کے لئے "وادیِ نعمان" بن گئی!

نوح

حضرت نوح (علیہ السلام) زمانۂ عہدِ عتیق کے ایک نہایت جلیل القدر پیغمبر تھے ۔ آپ حضرت آدم سے اُن کے بیٹے حضرت شیثؑ کی اولاد میں دسویں پشت میں تھے ۔ آپ کے والد ماجد جناب لمکؑ کی عمر اُس وقت ۱۸۲ سال کی تھی کہ آپ پیدا ہوئے ، اور جب خود حضرت نوح کی عمر پانچ سو سال کی ہوئی تو آپ کے صاحبزادے سام ، حام اور یافث پیدا ہوئے جن کی اولاد سے تمام روئے زمین آباد اور پُر ہوگئی ۔

عہدِ عتیق میں لکھا ہے کہ جب "خداوند نے دیکھا کہ زمین پر انسان کی بدی بہت بڑھ گئی اور اُن کے دل کے تصور اور خیال روز بروز صرف بد ہی ہوتے ہیں ، تب خداوند زمین پر انسان کے پیدا کرنے سے پچھتایا اور نہایت دلگیر ہوا ، اور خداوند نے کہا میں انسان کو جسے میں نے پیدا کیا ، روئے زمین پر سے مٹا ڈالوں گا ۔ انسان کو اور حیوان کو

بھی اور کیڑے مکوڑے اور آسمان کے پرندوں تک، کیوں کہ میں ان کے بنانے سے پچھتاتا ہوں۔ مگر نوح پر خداوند نے مہربانی سے نظر کی“ (پیدائش، باب ۶، آیت ۵-۸)۔ یہ وعید الٰہی پوری ہوئی، اور ایک نہایت شدید طوفان آیا جس نے تمام بدکاروں کو نیست و نابود کر دیا۔ خود اپنی اور مخلوق خدا کی حفاظت کے لئے حضرت نوح نے اللہ کے حکم سے ایک زبردست کشتی بنائی جس کی ”لمبائی تین سو ہاتھ، چوڑائی پچاس ہاتھ اور اونچائی تیس ہاتھ کی“ تھی (باب ۶، آیت ۱۵)۔ اس کشتی میں حکم الٰہی کے بموجب آپ نے ”سب جانوروں میں سے ہر جنس کے دو دو اپنے ساتھ کشتی میں لے لئے تاکہ وہ بچ رہیں“ (باب ۶، آیت ۱۹)۔ یہ طوفان برابر چالیس دن تک برپا رہا، اور جس دن وہ ختم ہوا ہے اور زمین پر کا پانی سوکھا ہے اس روز حضرت نوح کی عمر شریف کے ”چھ سو ایک برس کے پہلے مہینے کی پہلی تاریخ تھی“ (باب ۸، آیت ۱۳)۔ اس کے بعد جب آں جناب نے ”خداوند کے لئے ایک مذبح بنایا اور سارے پاک چرندوں اور پاک پرندوں میں سے لے کر اس مذبح پر سوختنی قربانیاں چڑھائیں، اور خداوند نے خوشنودی کی بو سونگھی؛ اور خداوند نے اپنے دل میں کہا کہ

انسان کے لئے میں زمین کو پھر کبھی لعنت نہ کروں گا، اس لئے
کہ انسان کے دل کا خیال لڑکپن سے بُرا ہے، اور جیسا کہ میں
نے کیا ہے پھر سارے جانداروں کو نہ ماروں گا، بلکہ جب تک
زمین ہے بونا اور لونا، سردی اور گرمی، ربیع اور خریف، دن
اور رات موقوف نہ ہوں گے!" (باب ۸، آیت ۲۰-۲۲)۔

طوفان نوح کا قصہ نہ صرف انجیل مقدس میں مذکور
ہے، بلکہ اس کے علاوہ قدیم بابلی، یونانی، آیرستانی، مصری،
امریکی اور ہندی روایتوں میں بھی پایا جاتا ہے، اور یہ سب
عمومی حیثیت سے مشابہ ہیں، مگر ان کی تفصیل میں ذرا ذرا
سا فرق ہے۔ قرآن مجید میں پوری ایک سورت نوح کے نام
سے موسوم ہے، اور اس کے علاوہ بھی قوم نوح اور فرزند نوح
کی سرکشی اور طوفان کے ذریعے ان کی سرزنش کا واقعہ مختصر
طور پہ بھی مذکور ہے ÷

یوسف

حضرت یوسف (علیہ السلام) حضرت یعقوب (اسرائیل) کے
بیٹے تھے۔ آپ کی حیات کے واقعات عہد عتیق کی کتاب پیدائش

کے باب ۳۷ تا باب ۵۰ میں نہایت تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔ آپ کے قصے میں آپ کے (سوتیلے) بھائیوں کی عداوت سے آپ کا ایک اندھیرے میں ڈالا جانا، پھر اُس میں سے نکالے جاکر غلام کی حیثیت سے مصر میں فروخت ہونا اور فرعون کے وزیر کے گھر میں پہنچنا، اس کی بیوی زلیخا کا آپ پر عاشق ہونا، پھر آپ کا قیدخانے جانا، اور وہاں اپنے ساتھی قیدیوں کے خوابوں کی صحیح صحیح تعبیر کرنے کی وجہ سے بادشاہ کے دربار تک پہنچ کر اس کے خواب کی تعبیر بیان کرنا اور اس صلے میں وزارت مال کے جلیل القدر عہدے پر فائز ہونا، اور اس کے بعد ایک طویل عرصے کے گزر جانے پر اپنے ضعیف اور بے بصر باپ کی زیارت سے مشرف ہونا ــــ یہ سب واقعات ہیں، جن کو اہل علم و قلم نے بار بار دُہرایا ہے۔ قرآن شریف میں بھی (یوسف نام کی سورت میں) آپ کے حالات زندگی نہایت نفیس پیرائے میں بیان کئے گئے ہیں۔ زلیخا کے واقعے نے آپ کے خدا داد حُسن اور عفت و پاکیزگی کو ضرب المثل کر دیا ہے ؛